ناولز کلب
راہِ حیات
از قلم لبابہ مناہل
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

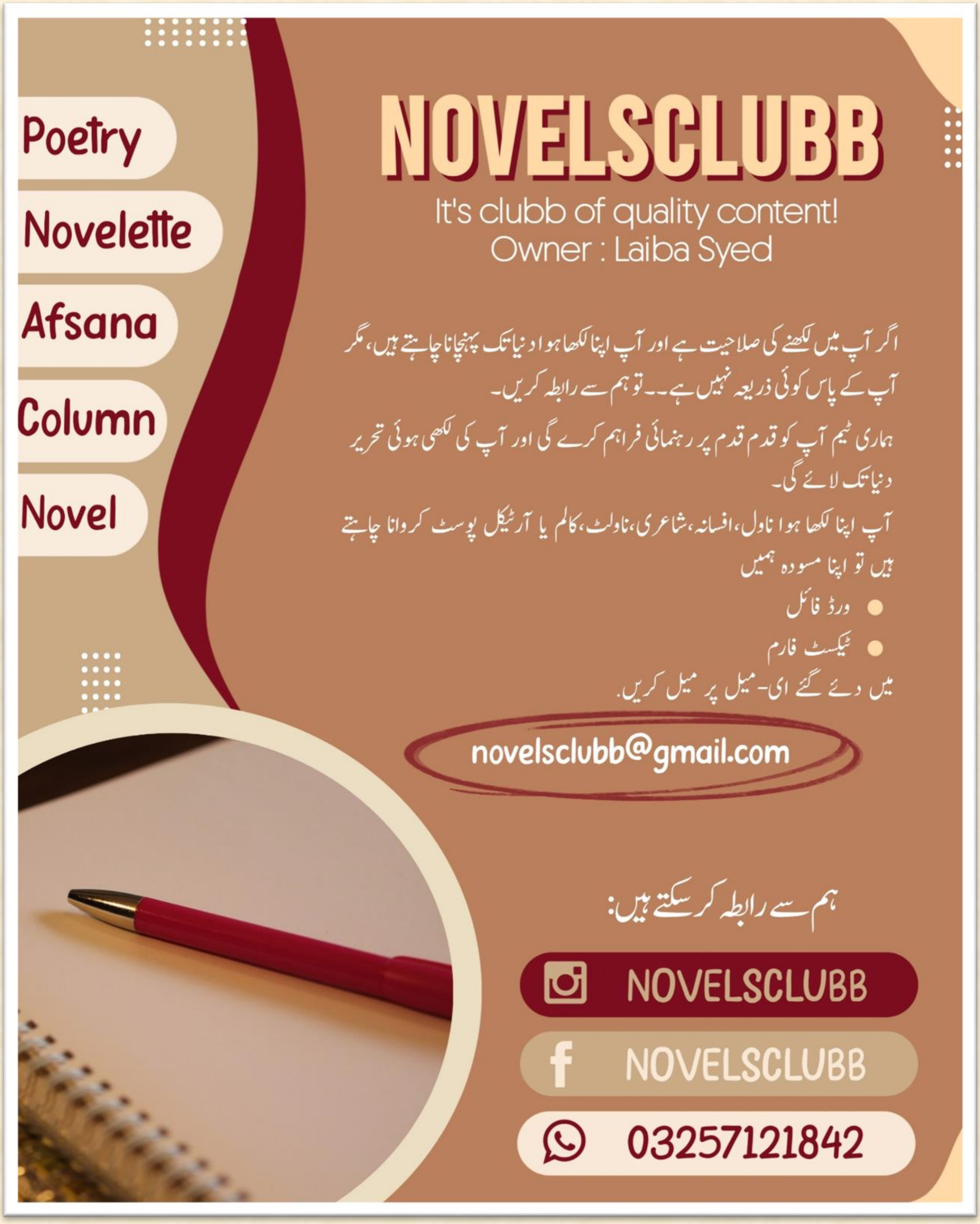
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

راہِ حیات

از قلم

لبابہ مناہل

Clubb of Quality Content!

میرے رب کے نام!

اس کے نام جس نے خواتین کو لڑنا سیکھایا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

راہ حیات

لبابہ مناہل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

باب سی و دو

میں نے اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا تھا۔ میں اسلام آباد سے اس سفید کمرے کا سفر کرنے کے لیے تیار تھی۔ میں زوہیب کو اس سیشن کے متعلق آگاہ کر رہی تھی۔

ڈاکٹر ارحم میرے سامنے تھے۔ زوہیب ابھی کمرے سے نکل کر گیا تھا۔

"ملائکہ، کیا آپ ساری بات کھولیں گی؟"

میں جھجک کا شکار ہوئی تھی۔

"ملائکہ، آپ مجھے مکمل بات سے آگاہ نہیں کریں گی تو میں آپ کا علاج کیسے کر سکتا ہوں؟"

مجھے محسوس ہوا تھا کہ میرے چہرے پر سایہ لہرایا ہو۔

"ملائکہ، سولہ سال کی لڑکی پانچویں کلاس میں نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں تو یہ بالکل ناممکن ہے جب آپ انیس سال کی عمر میں یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کر رہی ہوں۔ آپ کی میک اپ اسٹوری میں خلا ہے، یہ خلا تبھی مکمل ہو سکتا ہے جب آپ کٹ اینڈ کراپ کے دائرے سے آزاد ہو کر میرے سامنے بات کریں گی۔"

کچھ دیر کمرے میں مکمل خاموشی رہی تھی۔ سفید کمرے میں ماضی کی تلخ فلم چلنے لگی تھی۔

"میرے بابا نے ماں کے بعد بھی ایک شادی کر رکھی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کتنے لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں مگر بہر حال میں آگاہ ہوں۔ یہ آگاہی جب سے مجھے حاصل ہوئی ہے، میں تب سے اس قسم کے دباؤ کا شکار ہوں۔ کبھی جب دباؤ حدود تجاوز کر جاتا ہے تو مجھے سانس لینے میں دشواری بھی ہوتی ہے۔ میرا جسم بھی کپکپاتا ہے۔ میں نے اپنے والد کو جتنی دفعہ ان کے ساتھ دیکھا ہے اتنی دفعہ مجھے اٹیک آیا ہے۔ میں نے جھوٹ بولا تھا کہ مجھے

اسکول کی لڑائی میں پہلا اٹیک آیا تھا۔ میں نے پہلا اٹیک کس عمر میں دیکھا مجھے یاد نہیں۔ کینیڈا آنے کے بعد ایک وقت تک ماں کی موت میرے سر پر سوار رہی ہے۔ اس کے بعد اگر میرے اوپر کسی چیز نے گھیرا تنگ کیا ہے تو وہ یہ احساس ہے کہ والد کی گئی ناانصافیوں کا بدلہ اولاد پر آتا ہے۔ مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ بابا نے دوسری شادی کر لی، وہ ماں کے ساتھ وفادار نہیں تھے، اس لیے مجھے ڈیوڈ کے ذریعے سزا دی گئی ہے۔ جو باپ کرتا ہے وہ بیٹی کے ذریعے سے لوٹتا ہے۔ میں بابا کی لگائی آگ میں کیوں جل رہی ہوں؟ غلطی بابا کی تھی ڈیوڈ نے مجھے کیوں ہراساں کیا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

میں رکی تھی، میں چاہتی تھی کہ وہ مجھے جواب دیں۔

"اللہ نے آپ کو کوئی سزا نہیں دی، ملائکہ۔ ہر چیز سزا نہیں ہوتی۔ کچھ چیزیں نعمت سے پہلے کی سختی ہوتی ہیں، امتحان ہوتی ہیں۔"

"اللہ نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے؟ میرا شکوہ اللہ سے ہے۔ میرا شکوہ بابا سے ہے۔ وہ میری زندگی تھے میری امید کیوں توڑ دی ان دونوں نے؟"

میں نے گہری سانس خارج کی تھی۔

"ماں نو مسلم تھیں۔ یہ موضوع ہمارے گھر میں نہیں چھیڑا گیا مگر ماں کو خاندان میں کم لوگ پسند کرتے تھے۔ ماں بری نہیں تھیں بلکہ ماں بہت سے پیدائشی مسلمانوں سے بہتر تھیں۔ وہ عملی مسلمان تھیں مگر میرے بابا نے دوسری شادی کرلی۔ وہ شادی خاندان کے دباؤ میں آکر کی گئی تھی۔ بابا وفادار نہیں تھے۔ بابا محبت کر بیٹھے تھے مگر محبت نبھانا نہیں جانتے تھے۔ انصاف نہیں آتا تھا ان کو۔"

میں رکی تھی۔ اس کے بعد میں نے ڈاکٹر کو دیکھا تھا۔

"ملائکہ، کیا آپ کے والد نے آپ کے ساتھ ناانصافی کی؟"

میں نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

میری نظروں کے سامنے بابا لہرائے تھے۔ وہ اکثر میرے لیے گلاب کے ادھ کھلے پھول لاتے تھے۔ وہ ادھ کھلے پھول مجھے زندگی کی بہار لگتے تھے۔

میری نظروں کے سامنے دوسرا منظر لہرایا تھا۔ وہ منظر جس میں وہ میرے ہی بہن بھائی سے مجھے تحفظ دیتے تھے۔

"کیا آپ کے والد نے آپ کی والدہ کو کوئی تکلیف دی؟"

میں نے سر پھر نفی میں ہلایا تھا۔

ماں کو میں نے کبھی روتے نہیں دیکھا تھا۔وہ بابا کے گھر داخل ہوتے ہی مسکرانے لگتی تھیں۔ ان کے چہرے پر بابا کو دیکھتے مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ بابا ان کے لیے تحائف لاتے تھے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ میرے والدین کے درمیان کوئی سنگین لڑائی ہوئی ہو۔

"پھر آپ کو کیوں لگتا ہے وہ وفادار نہیں تھے؟"

"انھوں نے دوسری شادی کرلی۔"

آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"شادی وفاداری پر حرف تو نہیں ہے۔"

میں نے خاموشی سے انہیں دیکھا تھا۔

"آپ اپنی والدہ کے متعلق کتنا جانتی ہیں؟"

"جتنا ایک اولاد جان سکتی ہے۔"

"آپ میرے سوال پر غور کریں ملائکہ۔"

مجھے چند لمحات لگے تھے یہ سمجھنے میں کہ وہ کس کی بات کر رہے ہیں۔

"وہ میری والدہ نہیں ہیں۔"

میرے لہجے میں ایک دم اشتعال کا ملاپ ہوا تھا۔

"یہی آپ کا مسئلہ ہے۔آپ اپنے والد کی بیوی کو،ان کی "بیوی" نہیں سمجھ رہیں۔"

ڈاکٹر کے کمرے میں اس بات سے یکدم خاموشی چھا گئی تھی۔

سفید کمرے سے میں اپنے کمرے کے شیشے کے سامنے کھڑی تھی۔

"زوہیب، آنکھیں مسکرانا چھوڑ دیتی ہیں۔خود کو دیکھتے مجھے پہلا احساس یہی ہوتا ہے۔میں مسکرا نہیں سکتی۔میں خاموش بھی نہیں رہ سکتی۔خاموشی ہو جائے تو اندر کا شور بڑھ جاتا ہے۔ شور بڑھ جائے تو زندہ رہنے کا بھی دل نہیں کرتا۔"

"تم کیوں نہیں آئے میرے ساتھ زوہیب؟

تمھیں آنا چاہیے تھا۔میں یہاں پر تنہا ہو گئی ہوں۔کوئی مجھے نہیں سمجھ سکتا ادھر۔وہ مجھے ایسے دیکھ لیں گے تو کہیں گے کہ تم نے مجھے بیمار کر دیا ہے جبکہ تم وہ واحد شخص ہو جس نے

مجھے ٹھیک رہنے میں مدد دی ہے۔تم وہ واحد شخص ہو جو میرے وہ راز جانتا ہے جس سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔تم نے مجھے سمجھا،لوگ نہیں سمجھ سکے اپنے بھی لوگ ہو جاتے ہیں زوہیب۔ایک وقت آنے پر وہ بھی لوگ ہو جاتے ہیں۔"

آنسو اپنی رفتار سے بہتے رہے مگر میں خاموش ہو گئی۔چند لمحات ایسے ہی گزر گئے پھر دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔

"ملائک، گہرے سانس لو۔ تین سے چار دفعہ۔"

میں نے گہرے سانس لینا شروع کیے تھے۔

"اب اٹھ کر اپنا بیگ کھولو۔"

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے بیگ کی طرف گئی تھی۔وہ اب مجھے جگہ بتا رہا تھا۔وہ دوائیوں کے چھوٹے ڈبے تھے۔

"تم میری باتیں غور سے نہیں سنتی۔"اس کی خفگی میں چھپی آواز آئی تھی۔

اس نے مجھے ادویات کو وقت پر لینے کا کہا تھا۔

"ادویات لے کر سو جاؤ۔اٹھ کر مجھے کال کرنا پھر اس پر بات کریں گے۔"

میڈیسنز لینے کے کچھ دیر بعد ہی میرے ذہن سے بوجھ سرکنے لگا تھا۔ذہنی سکون ہو تو تھکاوٹ اتر ہی جاتی ہے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب سی وسہ

خالہ عیسائی تھیں۔ان کی پیدائش کینیڈا میں ہوئی تھی۔خالہ کو کس چیز نے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا وہ سب کو ملمع لگتی تھی۔خالہ جان کینیڈا کی مشہور آرٹسٹ تھیں۔وہ مشہور آرٹ کرتی تھیں۔وہ بت تراش تھیں۔برہنہ بت تراشتی تھیں۔خالہ جان کو اپنے کیے فن پر فخر نہیں تھا یہی وہ وجہ تھی جس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا دل فن سے اچاٹ ہو گیا۔کینیڈا میں مسلمانوں کو تلاش کرنا شاید اتنا مشکل نہیں ہے مگر نو مسلموں کو قبول کرنے والے مسلمانوں کو ڈھونڈنا دنیا کے ہر کونے میں بڑا کٹھن ہے۔خالہ جان ایک سمجھدار خاتون تھیں۔جب عیسائی تھیں تو ان کو چرچ سے محبت تھی جب مسلمان ہوئیں تو ان کو دین سے محبت ہو گئی۔میں نے اپنی زندگی کا بہترین مسلمان ان کو پایا۔خالو اور خالہ جان کی

ملاقات کسی آرٹ گیلری میں ہوئی تھی۔ خالہ جان مریم کی جگہ ایم وائے کے نام سے جانی جاتی تھیں۔ یہ بھی مجھے ان کے آرٹ کو ڈھونڈتے ہوئے معلوم ہوا تھا۔ خالو کو جب معلوم ہوا کہ وہ نو مسلم ہیں تو انہوں نے ان سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ خالو کی والدہ نے انکار کر دیا۔ ان کی بہن نے کوئی رد عمل نہیں دیا۔ مخالفت کے باوجود خالو نے خالہ سے نکاح کر لیا۔ شادی کے دو سال بعد وہ پاکستان خالہ جان کے ساتھ آئے۔ واپس آنے تک بھڑکتی آگ بجھ چکی تھی۔ ملائکہ کی دادی اب خالو سے ملنے کی خواہشمند تھیں۔ بیٹے کو دیکھتے ہی ان کی ناراضگی ہوا ہو گئی البتہ خالہ جان کو قبول کرنے میں انھوں نے کچھ وقت لیا۔ خالہ کہتی تھیں کہ دادی نے ان سے بات نہیں کی مگر جب بات کرنا شروع کی تو ان سے بہتر گفتگو کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ زبیر کی پیدائش ہوئی تو دادی کا انتقال ہو گیا۔ خاندان کو معلوم تھا کہ خالہ نو مسلم ہیں۔ ملائکہ کی دادی کی وفات پر آنے والے لوگوں نے ادھر بیٹھ کر چہ مگوئیاں شروع کر دیں۔ جن میں سے آدھی چہ مگوئیاں یہ تھیں کہ خالہ نے خالو کے لیے اسلام قبول کیا ہے جبکہ وہ شادی سے قبل ہی مسلمان تھیں۔ شروع شروع میں دباؤ معمولی تھا پھر دباؤ بڑھتا گیا اور اتنا بڑھ گیا کہ خالہ جان نے خالو کو خود ہی نکاح کرنے کی اجازت دے دی۔ وہ نو مسلم تھیں اپنے اسلام لانے کے معاملے میں حساس تھیں اس پر بات نہیں سن سکتی تھیں۔ اس

سب سے نپٹنے کا ان کو ایک ہی حل نظر آیا تھا۔شروع شروع میں خالو خود ہی دور رہے مگر مخالفت اس حد تک بڑھ گئی کہ خالہ ڈپریشن کا شکار ہو گئیں۔وہ حاملہ تھیں۔ادویات کا استعمال نہیں کر سکتی تھیں۔ماہم کی پیدائش کے بعد خالہ پوسٹ پارٹم ڈپریشن کا بھی شکار ہو گئیں۔چہ مگوئیاں ختم نہیں ہو رہی تھیں اور ڈپریشن بڑھتا جا رہا تھا اور پھر خالو نے حالات سے مجبور ہو کر ایک بیوہ خاتون سے شادی کر لی جن کو خالو نے الگ گھر لے کر دیا تھا۔مخالفت تھم گئی۔خالہ کا ڈپریشن کم ہو گیا اور پھر ان کو خبر ملی کہ ماں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ماں نے شادی مسلمان سے کی تھی مگر وہ خود عیسائی ہی تھیں۔میری پیدائش کے چند ماہ بعد ہی انہوں نے اسلام قبول کر لیا مگر خالہ سے رابطہ کرنے کا کوئی راستے ان کو نظر نہیں آیا تھا کیونکہ خالہ کے مسلمان ہونے کی خبر سنتے ہی ماں نے ان سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔کافی تلاش کے بعد کسی جاننے والے سے ان کو بلآخر خالو کا نمبر ملا تھا۔خالہ جان کے ڈپریشن کا سن کر ماں چاہتی تھیں کہ خالہ جان واپس کینیڈا آ جائیں مگر وہ آنا نہیں چاہتی تھیں۔زبیر مجھ سے ایک سال بڑا تھا ماہم مجھ سے دو سال چھوٹی تھی۔خالہ سے رابطہ کرنے کے ایک سال بعد ہی ہم پاکستان آئے تھے۔اس وقت میری عمر پانچ برس تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میں خالو کے نکاح سے آگاہ تھا مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس نکاح نے ملائک پر کتنا اثر کیا ہے اور یہ بات پہلے سے زیادہ حیران کن تھی کہ خالو اور خالہ دونوں نے اس مسئلے سے آنکھیں پھیری ہوئی تھیں۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

اپنی سوچوں کے ساتھ میں ہوٹل سے نکل کر کانفرنس کے لیے مقرر جگہ پر جا رہا تھا۔ میرے ہمقدم عیسی تھا۔ کینیڈا میں پبلک ہیلتھ کانفرنس اکثر و بیشتر منعقد کی جاتیں۔ اس کانفرنس میں عام عوام شرکت کر سکتی تھی۔ مختلف ڈاکٹرز مختلف موضوعات پر بولتے تھے۔ میرا موضوع مینٹل ہیلتھ تھا۔ عیسی کا موضوع بلائنڈ نیس تھا۔ مرکزی ہال میں پہنچ کر ہم ایک دوسرے کے برابر بیٹھے تھے۔

"خیریت ہے؟ تمھاری چونچ کیوں بند ہے؟"

عیسی خاموش تھا اور شاید سنجیدہ بھی۔

"کچھ سوچ رہا ہوں۔"

ابھی میں اس کو جواب دیتا کہ میرا نام پکارا گیا تھا۔ نجانے آغاز مینٹل ہیلتھ سے کیوں کیا گیا تھا؟ مائیک پکڑتے میں نے اپنے سامنے بیٹھی عوام کو دیکھا تھا۔ اپنے تعارف کے بعد میں نے بولنا شروع کیا تھا۔ کینیڈا جیسے ممالک میں ڈپریشن عام تھا۔ تھراپی بھی کسی حد تک عام تھی۔ ایسی کانفرنسز میں پہلے بھی اٹینڈ کر چکا تھا۔ اپنے موضوع کے اختتام پر میں نے سوالات لیے تھے۔

"کیا مینٹل ہیلتھ انسانی جسم کے خیال رکھنے کی طرح اہم ہے؟"

"نہیں۔ مینٹل ہیلتھ کا خیال رکھنا زیادہ اہم ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کا دماغ آپ کے جسم کو کنٹرول کرتا ہے۔ کنٹرولر خراب ہو گا تو جسم کیسے کام کرے گا؟"

"کیا ذہنی طور پر متاثر افراد ٹھیک ہو جاتے ہیں؟"

جس نے یہ سوال کیا تھا اس کی آنکھوں میں ننھے آنسو چمکے رہے تھے۔ ان آنسوؤں میں مجھے ملائکہ کا عکس نظر آیا تھا۔

"ہیل ہو جاتے ہیں۔"

"ٹھیک نہیں ہوتے؟"

اس نے جیسے اپنا سوال پھر دہرایا تھا۔

"ہیل ہوتے ہیں۔اپنے زخم کے ساتھ رہنا سیکھ جاتے ہیں۔"

میں نے اپنی آواز میں نرمی کی آمیزش محسوس کی تھی۔اس لڑکی نے خاموش نظروں سے مجھے دیکھ کر سر ہلایا تھا۔میں اسٹیج سے اترا تھا۔اس سے پہلے کہ میں عیسی سے کوئی سوال کرتا اگلا نام اس کا پکار لیا گیا تھا۔اللہ جانے یہ کس قسم کی ارینجمنٹ کی گئی تھی۔

جب تک وہ گفتگو کرتا رہا تھا تب تلک میں اس کو جانچتی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔اسٹیج سے اتر کر وہ میرے برابر بیٹھا تھا۔

"کیا کچھ بتانا پسند کرو گے؟"

"طبیعت نہیں ٹھیک۔"اس نے نظریں چرائی تھیں۔

"عیسی"تنبیہ کی گئی تھی۔

"نیند پوری نہیں ہوئی میری ماں۔ صبح کا ناشتہ بھی نہیں کیا،اوپر سے ارحم بتا رہا کہ ممی کی طبیعت بھی خراب ہے۔ صبح نہار منہ مری ہوئی بلی بھی دیکھ لی تھی۔چپ کر کے اب بیٹھ جاؤ ۔مجھے خاموشی چاہیے۔"

"مسئلہ مری ہوئی بلی ہے؟"اس نے گہری سانس خارج کی تھی۔

"نہیں۔وہ گاڑی ہے جس کے نیچے آ کر وہ مری ہے۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ وہ واقعہ ہے جس سے تم پہلے گزر چکے ہو۔"

اس نے پہلے خاموشی سے مجھے گھورا تھا۔

"ہر جگہ اپنی نفسیات کی مشین نہیں چلاتے۔"

"آنٹی کو کیا ہوا ہے؟"

"وائرل فلو۔ تمھارے شاگرد نے ان کا خیال نہیں رکھا۔"

اب ہنکارا بھرنے کی باری میری تھی۔

Clubb of Quality Content

"میری غلطی نہ ہوتب بھی مجھے گھسیٹ لیا کر۔"عیسی نے شانے اچکائے تھے۔پانچ گھنٹے کی کانفرنس کا اختتام ہوا تھا۔سرٹیفکیٹ ڈسٹریبیوشن کی گئی تھی۔ہم واپسی کے سفر میں ٹورانٹو ہیومین سوسائٹی گئے تھے۔کرسمس کے بعد کے دن خاصے ڈسٹرب ہوتے تھے۔ہر جگہ چھٹیوں کا مختصر دور ہوتا تھا۔ہیومن سوسائٹی بند تھی۔ایک نظر مجھے دیکھ کر اس نے فون کے ذریعے سے ڈونیشن کی تھی۔اس کے بعد وہ ادھر رکھے بینچ پر بیٹھ گیا تھا۔

"عیسی؟"

میں جانتا تھا کہ عیسی کو ٹر گر کرنے والی بات بلی کا مر جانا تھا۔وہ پیٹ اونر رہ چکا تھا۔بلی کو مرتا دیکھنے کی تکلیف سہہ چکا تھا۔ہر بلی اس کو

Snow

کا عکس لگتی تھی۔جہاں عکس نظر آئے وہاں تکلیف تو ہوتی ہے۔اس کی بلی سنو گھر سے باہر نکل گئی تھی۔کینیڈا کی سردی کا کمال تھا کہ وہ ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکی تھی۔اس سے زیادہ بڑی تکلیف یہ تھی کہ وہ برف کی تہہ کے نیچے دب گئی تھی۔برف گھر کے پاس سے اٹھاتے ہوئے عیسی کے برف کے سانچے پر اس کی اکڑی ہوئی بلی آئی تھی۔اس کے بعد وہ دو

دن مسلسل روتا رہا تھا۔ جس کی وجہ سے ہم نے اس کا نام 'ابوہریرہ' (بلیوں کا باپ) رکھ دیا تھا ۔جب بھی وہ 'سنو' کے لیے رونے بیٹھتا تھا، ہم اس کو اسی نام سے پکارتے تھے۔

"ابوہریرہ" بہت مدہم آواز میں میں نے اس کو پکارا تھا۔

اس نے مڑ کر مجھے دیکھا تھا، اس کے چہرے پر افسردہ مسکراہٹ نے بسیرا کیا تھا اور پھر وہ ہنس دیا تھا۔

"تیری بیوی کو تیرے بارے میں شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔" عیسی کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے۔

"میرے دوست کو بھی میرے بارے میں شکوہ نہیں ہونا چاہیے۔"

عیسی مجھے دیکھتا رہا تھا۔ خاموشی سے۔ مسکراتے چہرے اور نم آنکھوں سے پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے گلے لگا تھا۔

"دوست کا ساتھ مرہم ہوتا ہے۔"

"خاصا جذباتی جملہ ہو گیا ہے، عیسی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابوہریرہ بول۔"اس نے فخر سے کندھے چوڑے کیے تھے۔

"بلیوں کے باپ،انسان بن جا۔"وہ گردن پیچھے پھینک کر ہنسا تھا۔

"یاتوانسان ہو سکتا ہوں یابلیوں کا باپ۔"

ہم دونوں اب ہنس رہے تھے۔سردیوں کی اداس شام خوشگوار ہو گئی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ہوٹل پہنچتے پہنچتے شام کے چھ بج چکے تھے۔جس کے مطابق پاکستان میں صبح کے چار تھے۔ ملائک کو میسج کرنے کے بعد میں نے فون رکھ دیا تھا۔کانفرنس دو دن کی تھی۔کل کانفرنس کا آخری دن تھا۔اس کے بعد ٹورانٹو میں سیٹ کیا آغا جان کے بزنس کی سرگرمیاں دیکھنی تھیں۔کرسمس میں سیلز بڑھ جاتی تھیں اور ان سیلز کے بڑھنے کا گراف دیکھنا تھا۔مارکیٹنگ کے مسائل دیکھنے تھے۔نیوائیر کے پاس ہونے والی سیلز کا الگ اسکیچ کھینچنا تھا۔انہی مسائل کو حل کرنے کی غرض سے میں عیسی کے کمرے میں پہنچا تھا۔کمرے میں داخل ہوتے میں نے اس سے سوال کیا تھا۔

"فری ہو؟"

"نہیں۔" جواب فوراً آیا تھا۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"آنکھیں ہیں؟" صوفے پر اڑا ترچھا بیٹھے عیسی نے گردن موڑ کر مجھے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

"مطلب تم ہمیشہ کی طرح فارغ ہو۔ سیدھے ہو کر بیٹھو بات کرنی ہے۔" صوفے تک آتے ہوئے میں نے اس سے کہا تھا۔

"یہیں سے بولو میں سن رہا ہوں۔" نجانے اس کو میرا سرخ چہرہ دیکھنے کی عادت کیوں تھی؟

"عیسی دو منٹ میں تم مجھے درست انداز سے بیٹھے نظر نہ آئے تو مجھے تمھیں سیدھا بیٹھانا آتا ہے۔"

اس نے بھوئیں اٹھائی تھیں۔ چہرے پر جھنجھلاہٹ آئی تھی۔ پہلے ٹانگیں درست کی گئیں تھیں پھر بیٹھنے کا انداز درست ہوا تھا۔ صوفے کے سامنے پڑے ٹیبل پر رکھے کچرے کو سمیٹ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا گیا تھا۔

"پرسوں اسلام آباد جارہاہوں۔ تمھیں میں ساری چیزیں سمجھارہاہوں۔تم یہ کام دیکھو گے۔"

اس نے مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھا تھا۔

"پرسوں کیوں جارہے؟ کل ہی چلے جاؤنا۔"

"تم تھوڑے سنجیدہ ہوتے توآج ہی چلا جاتا۔"

"خدا بھلا کرے میرا ڈاکٹر صاحب۔ میں ایسے ہی کتنا چمکتاہوں اور تم بارہ بجاکر بھی نہیں چمکتے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس وقت اس کی باتوں کو نظرانداز کرنا ہی بہتر تھا۔

"کل میں کانفرنس سے جلدی نکل جاؤں گا۔ فیکٹری جاوں گا۔ فیکٹری کی ائیر لی سیلز کا اسکیچ تمھیں بھیج دیاہے۔تم وہ کام دیکھ لینا۔"

"یار زوہیب چھوڑو کام، پاکستان چلتے ہیں۔ہو سکتاہے تمھاری شادی میں مجھے کوئی پسند آجائے۔"

"میری شادی پر رشتہ سیشن نہیں ہو رہا کہ تمھیں کوئی مل جائے گی، ویسے مجھے لگتا ہے تمھیں زارا سے ملنے کی ضرورت ہے۔"

اس نے مجھے خفگی سے دیکھا تھا۔

"میں کنوارہ ہوں۔"

"زارا اور تمھیں ساتھ بیٹھنے کی ضرورت ہے اب چپ کر کے میری بات سنو۔"

عیسی بڑبڑایا تھا۔

"کھس منو کھا"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

رات کے دس بجے ملائک کا میسج آیا تھا۔ دماغ میں اندازہ لگایا گیا تھا پاکستان کے وقت کا۔ صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔

"کال کر لوں؟" میسج بھیجا گیا تھا۔

دوسری جانب سے میسج کے بجائے کال کی گئی تھی۔

"السلام علیکم!"

دوسری جانب سے سلام کا جواب آیا تھا۔

"کل کے بارے میں بات کر سکتے ہیں؟"

دوسری جانب خاموشی رہی تھی پھر مدہم آواز کے ساتھ وہ بولی تھی۔

"تم آجاؤ، پھر بات کریں گے۔"

"او کے، کیا کر رہی ہو؟"

"زوہیب پاکستان میں اس وقت کیا وقت ہو گا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ جملہ واپس لوٹا رہی تھی۔ میرے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

"صبح کے آٹھ۔ اب تم بتاؤ ملائک کہ اس وقت کینیڈا میں کیا وقت ہے؟"

اس کی ناراض سی آواز ابھری تھی۔

"میں نے سنا تھا کہ ڈاکٹرز کو ریاضی نہیں آتی۔ تم ڈاکٹر بھی ہو اور وقت کا حساب بھی جانتے ہو، یہ تو خوش آئندہ بات نہیں لگی مجھے۔"

"ملٹی ٹیلنٹ کہتے ہیں اس کو۔"

"اب تم سو جاؤ۔ رات کے دس بجے رہے ہیں۔"

"تم گوگل کا استعمال کافی سستی سے کرتی ہو۔"

اس کا مدہم سا قہقہ کسی ساز کی مانند میرے کانوں سے ٹکرایا تھا۔

"خیر تم کیا کر رہی ہو؟"

"صحن میں بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"اتنی صبح؟"

"ہم سنٹرل ہیٹنگ سسٹم پر نہیں چلتے۔ دھوپ سینکتے ہیں۔"

میں ہنسا تھا۔

"ابھی دھوپ نہیں نکلی ہو گی، ملائک۔"

"میں آسمان دیکھ رہی ہوں۔ مجھے بادل بہت پسند ہیں زوہیب۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

میں کمرے کی بالکنی میں آکر کھڑا ہوا تھا۔میں نے آسمان کی طرف دیکھا تھا۔آہ،ادھر بادل نہیں تھے۔

"بادل کتنے پر سکون ہیں نازوہیب؟کتنی سستی سے چلتے ہیں۔"

پھر ایک دم وہ رکی تھی۔

"زوہیب،تم کدھر کھڑے ہو؟"

میں اس کے سوال پر حیران ہوا تھا۔

"کیوں؟"

"بتاؤ تو؟"

"بالکنی میں۔"

اس نے گلہ صاف کیا تھا۔

“ atleast we are under the same sky “

کم از کم ہم ایک آسمان تلے ہیں۔

اس نے یہ کہتے ہی کال کاٹ دی تھی۔میں نے حیرت سے فون کو کان سے ہٹا کر دیکھا۔یہ میرے ساتھ ہوا کیا تھا۔ساتھ والے کمرے کی بالکنی میں عیسی نمودار ہوا تھا۔

"زوہیب، یہ تیرے کان سرخ کیوں ہو رہے ہیں؟سستے عاشقوں والا کام تو نہیں کر رہا؟ یہاں کھڑے ہو کر بھابھی سے یہ تو نہیں کہہ رہا کہ کم از کم ہم ایک آسمان تلے ہیں۔"

میں نے نہیں کہا تھا۔مجھے کہا گیا تھا۔آہ،میری بیوی بھی مجھے چھیڑ جاتی ہے۔

"بکواس بند کر۔دوسرا یہ کوئی سستے عاشقوں والی حرکت نہیں ہے۔میں سونے جا رہا۔"

"بیٹھے بیٹھے گم ہو جاتا ہوں

میں میں نہیں رہتا تم ہو جاتا ہوں"

بالکنی کا دروازہ بند کرتے عیسی کی مدھم سے آواز آئی تھی۔

"ذلیل۔"

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

Clubb of Quality Content

باب سی وچار

صبح کے آٹھ بجے میں صحن میں آ کر بیٹھی تھی۔ صحن میں، میں اس جگہ پر جا کر کھڑی ہوئی تھی ، جہاں میں نے زوہیب کو کہا تھا میں مشرک ہو گئی ہوں۔ آج سے چار ماہ پہلے کتنی ناامیدی تھی۔ کسی بھی چیز کے ٹھیک ہونے کے امکان نہیں تھے۔ زوہیب یاد آنے لگا تھا۔ میں نے فون پر زوہیب کی چیٹ کھولی تھی۔ میرے میسج کرنے سے پہلے ہی اس کا میسج آیا ہوا تھا۔ اس کو کال کرتے میں نے گرل سے ٹیک لگائی تھی۔ اس وقت سورج کی ہلکی سی کرن مجھ پر پڑ رہی تھی۔ میں بادلوں کو چلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ نجانے کہاں سے میرے ذہن کے پردے پر برسوں پہلے سنی سطر آئی تھی اور میں نے وہ جملہ کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔ احساس شرمندگی میرے گرد پھیلنے لگی تھی۔

"خیر ہے ملائکہ، کوئی بات نہیں۔"

خود کو تسلی دی گئی تھی۔ میرا فون تھرتھرایا تھا۔

"Even though we're under the same sky, mine is weeping in snow. I think it misses you ."

Clubb of Quality Content

"باوجود اس کے کہ ہم ایک آسمان تلے ہیں، میرے والا برف سے رو رہا ہے۔ میرے خیال سے وہ تمھیں یاد کر رہا ہے۔"

میں نے میسج پڑھا تھا اور مجھے اپنا چہرہ تپتا محسوس ہوا تھا۔

"اسے شرم نہیں آتی۔"

خانۂ دل نے زوہیب کے دفاع میں کہا تھا کہ آغاز تم نے کیا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے اسلام آباد آئے ہوئے مجھے تقریباً دو دن ہو گئے تھے۔ شدید ذہنی دباؤ سمندر کی لہر کی مانند آ کر گزر گیا تھا۔ ان دو دنوں میں مجھے اندازہ ہوا تھا کہ میرے رویے پر خاصا غور کیا جا رہا ہے۔

ملائکہ، تم پہلے کی طرح ہنستی نہیں ہو۔

ملائکہ، تم اب لڑتی نہیں ہو۔

ملائکہ، تمھارے چہرے کا رنگ گوروں کے ساتھ رہ کر نکھر گیا ہے۔

ملائکہ، تم سنجیدہ ہو گئی ہو۔

ملائکہ، زوہیب کا تمھارے ساتھ رویہ کیسا ہے۔

ملائکہ، زوہیب تمھارا خیال تو رکھتا ہے۔

اور اس سب میں مجھے اندازہ ہوا تھا کہ اگر میں کچھ بھی خلاف توقع کرتی ہوں تو اس کو میرے حصے میں نہیں بلکہ زوہیب کے حصے میں ڈالا جائے گا۔ اگر میرے اندر کوئی تبدیلی آئی ہے تو اس کے متعلق کہا جائے گا زوہیب نے تمھیں ایسا کر دیا ہے۔ بیوی ہونا انتہائی کٹھن امر ہے۔

اگر میں ماہم کے ساتھ آدھا گھنٹہ بیٹھ جاتی تو اس آدھے گھنٹے میں زوہیب کے متعلق سوال نہ ہو یہ ممکن نہیں تھا۔ لڑکیوں کی شادی کے دن قریب آتے ہیں تو ان کو سر اٹھانے کی فرصت نہیں ملتی اور ایک ماہم ہے کہ اس کو مجھ پر نظر رکھنے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔

ابھی بھی ماہم میرے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔ شکر اس بات کا تھا کہ وہ اپنے فون میں مصروف تھی۔

"ملائکہ، زوہیب کب آ رہا ہے؟"

مبارک ہو۔ سوال آچکا تھا۔

"چند دنوں میں آئیں گے۔ دو تین دن میں۔ آج کال کریں گے تو میں ان سے پوچھ کر بتادوں گی۔"

اسی طرح کا سوال ہونے پر جب میں نے زوہیب کے لیے 'تم' کا لفظ استعمال کیا تھا تو سب کی توپوں کا رخ میری جانب ہو چکا تھا۔ بابا نے بس گھورا تھا، بھائی نے اپنی ہنسی دبائی تھی جبکہ ماہم نے سب کے دل کی بات اپنی زبان سے ادا کی تھی۔

""کینیڈا کدھر گھومیں تم؟"

"بہت سی جگہوں پر گئی تھی۔"

اب وہ کہے گی اچھا تصویریں لیں تم نے، میرے ناں کہنے پر مجھے ایسے دیکھے گی جیسے میں نے کوئی انہونی بات کہہ دی ہو۔ میرے ہاں کہنے پر تصویریں دیکھے گی۔

"تصویریں تو لی ہوں گی؟"

میرے دماغ کو سلام۔

Clubb of Quality Content

"لی تو تھیں، مگر وہ زوہیب کے فون میں ہیں۔ میں مانگ لیتی ہوں۔"

مروت میں بھی انکار نہیں کیا تھا۔ زوہیب کو میسج کرتے ہوئے بھی عجیب سی حالت ہو رہی تھی۔ صبح والا واقعہ ابھی میرے ذہن سے محو نہیں ہوا تھا۔

"زوہیب کینیڈا والی تصویریں چاہیے۔"

اللہ کرے میسج نہ ہی دیکھے۔ میسج بھیجتے ساتھ ہی دیکھ بھی لیا گیا تھا اور چند تصویریں مجھے بھیج بھی دی گئیں تھیں۔ نجانے کون سی کانفرنس تھی جس میں ایسا فارغ تھا کہ میسج پر فوراً جواب مل جاتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسلام آباد کے پانچ بجنے کو تھے یعنی ٹورنٹو کے صبح کے آٹھ۔

"ابھی اٹھے ہو؟"

دوسری جانب سے جواب لکھا جا رہا تھا۔

"نہیں، چھ بجے کا اٹھا ہوا ہوں۔"

"اوکے۔"

ماہم کو دکھانے سے پہلے میں نے تصویروں کا جائزہ لیا تھا، دکھانے کے قابل تھیں بھی کہ نہیں۔

بائے ورڈ مارکیٹ کی چند تصویریں تھیں۔ چند تصویریں اس مکڑی کے سامنے کی تھیں۔ چند تصویریں چرچ کے اندرونی حصے کی تھیں۔

"ماہم "اس کا نام پکارتے میں نے اس کو فون تھما دیا تھا۔

"ملائکہ۔"

میں حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آکر میرے ساتھ بیٹھی تھی اور پھر اس نے مجھے گلے لگایا تھا۔ الگ ہونے پر اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔

"مجھے ابھی تک خوف ہی کھائے جا رہا تھا کہ پتہ نہیں تم خوش ہو بھی کہ نہیں۔ نجانے ہمارا فیصلہ کیسا ثابت ہوا تھا۔"

"یہ سوال تو تم زوہیب سے پوچھنا کہ یہ فیصلہ اس کے لیے کیسا ثابت ہوا۔ میں توماں کے کمرے میں جا رہی۔ جب سے آئی ہوں ایک دفعہ جھانک کر بھی نہیں دیکھا۔"

"ارے ماں سے مجھے یاد آیا میرے پاس تمھارے لیے کچھ ہے۔"

"میرے لیے؟"

"ہاں ماما کی ڈائری نکلی تھی۔اس کے پہلے صفحے پر لکھا تھا ملائک کے لیے۔میں خود بھی پڑھتی لیکن ماں کہا کرتی تھیں کہ جو چیز جس کی ہو اس کی اجازت کے بغیر لینا بھی خیانت ہے۔ماما کی ڈائری پر ہی ان کا سبق بھول جاتی۔"

اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھی بھی تیر رہی تھی۔

"تمھیں امو یاد آتی ہیں؟"

"پہلے اتنی یاد نہیں آتی تھیں۔جب سے شادی کے دن قریب آرہے تب سے دل ان کو بہت یاد کرتا ہے۔"

آنکھوں کی نمی اس کے گالوں پر پھیلنے لگی تھی۔میں نے اس کو گلے لگایا تھا۔ہاں مجھے پتہ تھا ماں کی یاد کتنی اذیت ناک ہوتی ہے۔میرے گلے لگتے ہی وہ بچوں کی طرح روئی تھی۔اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔اب اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔نجانے کیوں ہاتھ پکڑتے ہی زوہیب ذہن کے پردے پر لہرایا تھا۔وہ ایسے ہی کرتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ماہم، ماں کا جانا ہی بہترین تھا۔ کچھ دن شکر کے ہوتے ہیں۔ کچھ دن صبر کے ہوتے ہیں۔ تم نے مجھ سے زیادہ وقت ماما کے ساتھ گزار رہی ہے، اس پر تو تمھیں شکر گزار ہونا چاہیے۔"

وہ روتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"تم اب بھی ماں کو مختلف انداز سے بلاتی ہو؟"

حیرت کا جھٹکا مجھے بھی لگا تھا۔ ذہن کے پردے پر ماں کا عکس لہرایا تھا۔ اس کمرے میں ماں نے مجھ سے یہ کہا تھا۔

"ملائکہ، کبھی ماں بنا دیتی ہو، کبھی امو، کبھی ماما۔"

میں نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالی تھیں۔

"مجھے پسند ہے آپ کو مختلف ناموں سے بلانا۔ سورہ الفاتحہ کے بھی تو اتنے سارے نام ہیں۔ جس سے محبت زیادہ ہوتی اس کے نام زیادہ ہوتے۔"

ماں نے قہقہہ لگایا تھا۔ وہ مسکراتی ہر وقت تھیں مگر قہقہہ نہ ہونے کے برابر لگاتی تھیں۔

ماں غائب ہو گئیں تھیں۔میں اور ماہم اسی جگہ پر بیٹھے تھے، یکدم ہم دونوں نے قہقہ لگایا تھا۔
مجھے لگتا تھا کہ صرف میں ماں کو یاد کرتی ہوں مگر ماہم کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا تھا کہ ہم سب ماں کے جانے کے بعد ایک خلا رکھتے تھے۔زوہیب کو بھی یہ خلا محسوس ہوتا تھا کہ نہیں۔
مجھے کیا معلوم۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ماں کے کمرے میں ان کی مہک بہت مدہم ہو گئی تھی۔بستر پر بچھی بیڈ شیٹ ابھی بھی ماں کی پسندیدہ تھی۔کمرے کی سیٹینگ اب بھی ویسی ہی تھی۔ماں کے جانے کے بعد بھی ان کے آثار موجود تھے۔لوگ چلے جاتے ہیں، آثار باقی رہتے ہیں۔کچھ آثار جگہ پر ہوتے اور کچھ لوگوں پر۔

یہ پہلی دفعہ تھا کہ ماں کی سوچ مجھے مسکرانے پر مجبور کر رہی تھی۔یہ مسکراہٹ افسردگی کی لپیٹ میں نہیں تھی۔

ماں آپ ہماری شادیاں نہیں دیکھ سکیں۔

ماہم کی ڈھولکی کو ایک دن باقی تھا۔ ان فنکشنز میں 'میں نے بہن کا کردار پورا کرنا تھا۔ دھوم دھام نہ ہونے کے باوجود بھی شادی کے بے شمار کام تھے۔

دن کے وقت پھوپھو آجاتی تھیں۔ میں، ماہم اور پھوپھو مل کر سامان سمیٹتے، شاپنگ کا الگ دور چل پڑا تھا۔ صبح سے دوپہر دکانوں میں ہوتی اور دوپہر سے شام اس سازو سامان کو سمیٹتے۔ نجانے شادیوں میں ایسا کیوں ہوتا تھا کہ آخری وقت میں بھی ڈھیروں کام پڑے ہوتے۔ ہوٹل کی بکنگ پہلے سے تھی، واحد چیز جس کے متعلق کچھ سکون تھا۔ اس ہفتے سے مہمانوں نے آنا شروع کر دیا تھا، صد شکر کہ مہمان پھوپھو کے گھر ٹھہر رہے تھے۔ سوچوں کا تسلسل ماہم کی آواز نے توڑا تھا۔

"ملائکہ، تمھارے میاں حضور کا فون آرہا ہے۔"

"آرہی ہوں، تم اٹھالو۔"

میرے پہنچنے پر ماہم مسکرائی تھی۔

"تم کب آرہے ہو؟ خریداری یہاں سے کرنی ہے؟"

دوسری جانب سے شاید ماہم کو اس کی شادی کی خریداری کے متعلق خوفزدہ کیا گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری شادی کی خریداری مکمل ہے۔ تم اور ملائکہ ہی رہتے ہو۔"

فون میری طرف بڑھاتے وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔ ہشاش بشاش سا سلام میرے کانوں سے ٹکرایا تھا۔

"جناب کیسی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ کیسے ہو؟ کانفرنس ختم ہو گئی؟"

"کانفرنس مکمل ہو گئی ہے مگر چند کام ہیں میرے آنے میں ایک ادھ دن ہے۔"

"ایسے کرنا تم شادی کے بعد آجانا۔ ایک دن رہ گیا ہے اور جناب کے ابھی بھی ایک ادھ دن ہے۔"

وہ شاید کسی رش والی جگہ میں تھا۔ لوگوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔

"اسلام آباد جا کر تم نے تو طنز کرنا سیکھ لیا ہے ملائک۔"

"تم کدھر ہو؟"

وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوا تھا یا شاید سوال غیر متوقع تھا۔

نادلز کلب
Clubb of Quality Content

"یار ٹورانٹو ہوں اور کدھر ہونا ہے؟"

"پیچھے بہت شور تھا۔"

"باہر ہوں نا، اس لیے تم سناؤ ادھر سب ٹھیک ہے؟"

"ادھر بہت مصروفیات ہیں۔ صبح کب ہوتی شام کب ہوتی کچھ پتہ ہی نہیں ہوتا۔"

"یعنی جناب کا ادھر دل لگ چکا ہے۔"

کیا میرا دل یہاں لگ چکا تھا؟ نہیں مجھے یہاں سب ہونے کے باوجود کمی محسوس ہوتی تھی۔

"اسلام آباد میں دل کیسے نہ لگتا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اداکاری کرنے میں کیا جارہا تھا۔

"چلو اچھا ہے، ویسے ماہم بتا رہی تھی کہ تم نے اس سے کہا کہ تم اسلام آباد میں بہت خوش ہو مگر تمھیں کینیڈا اور اس کے لوگ بھی یاد آرہے ہیں، یہاں ہر چیز بہت زبردست ہے مگر کینیڈا کی اپنی بات ہے پھر تم نے اس کو کینیڈا کی تصویریں بھی دیکھائیں۔"

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یہ ماہم کو میں نے کب کہا؟ کینیڈا تو نہیں یاد آرہا تھا، کینیڈا والا یاد آرہا تھا۔ کیا میرے چہرے پر سب ٹائیٹل بھی لکھے آتے ہیں؟

"ہاں، ابھی کچھ دیر پہلے ماہم کو بتایا تھا میں نے۔"

"لیکن ملائک، مجھے تو ماہم نے ایسا کچھ کہا ہی نہیں تھا۔"

وہ میرے ساتھ کھیل گیا تھا۔ خفت سے نجانے کیوں مجھے اپنے گال تپتے محسوس ہوئے تھے۔

وہ لفظوں سے کھیلنا جانتا تھا۔

"وہ مجھے لگا کہ میں نے کہا ہے۔ میں جا رہی بہت مصروف ہوں۔"

"آپ جا سکتی ہیں ملکہ عالیہ، مجھے اپنا جواب تو آپ دے چکی ہیں۔"

میں نے فون کاٹ دیا تھا۔

اف، یوں لگ رہا تھا کہ چوری پکڑی گئی ہو۔ ملائک، کچھ نہیں ہوتا تمھارا شوہر ہی ہے۔ دل کو تسلی دی گئی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

Clubb of Quality Content!

رات اتر چکی تھی۔ کھانا کھا کر میں اپنے کمرے میں آئی تھی۔ نجانے کیوں رات کو دل میں اداسی کے گہرے بادل چھانے لگتے تھے یا شاید سردی کی شامیں ہوتی ہی اداس ہیں۔ ان گہرے ناامیدی کے بادلوں کی اوٹ میں کبھی بابا کا چہرہ گھومتا تھا، کبھی ماں کا، کبھی لونا کا، کبھی لونا کے دوست کا اور اب زوہیب کا بھی۔ بیڈ کے پاس زمین پر بیٹھتے میں نے کمرے کو غور سے دیکھا تھا۔ میرے کمرے میں میری پینٹنگز لگی ہوئی تھیں بلکہ اس گھر میں اب ہر جگہ میری ہی پینٹنگز لگی تھیں۔ کینیڈا جانے سے پہلے ایسا نہیں تھا۔ یہ اب لگائی گئیں تھیں۔ کمرے کا جائزہ لیتے پہلے کے مناظر نظر آنے لگے تھے۔ ماہم نیچے شفٹ ہو گئی تھی۔ ایک آدھ دفعہ اس نے مجھے بھی نیچے آنے کا کہا مگر میں نے انکار کر دیا۔ یہ کمرہ اپنا لگتا تھا۔ سردیوں میں اکثر ماں، میں اور ماہم اکھٹے اسی کمرے میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ چھوٹی چھوٹی باتیں، ان باتوں پر قہقہے لگتے تھے۔ کینیڈا جا کر میں زوہیب کے ساتھ مختصر گفتگو کی عادی ہو گئی تھی اور اب مجھے وہ مختصر گفتگو کرنے والا یاد آ رہا تھا۔ زوہیب کا فون بھی اس کے بعد نہیں آیا تھا، سوچوں کے گھوڑے دوڑانے سے بہتر تھا کہ میں سو جاتی۔ بستر پر دراز ہوتے میں نے سائیڈ ٹیبل پر پڑی ماں کی ڈائری دیکھی تھی اب اس کو صبح ہی پڑھوں گی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ہر طرف روشنی تھی۔وہ جگہ بے انتہا خوبصورت تھی۔درخت بے شمار تھے۔پرندوں کی مدہم آوازیں ماحول کو مزید خوبصورت بنارہی تھیں۔اس خوبصورتی کے بیچ و بیچ ماں کھڑی تھیں۔آنکھوں میں ہلکی سی نمی لیے۔ان کی آنکھیں بہت روشن تھیں۔میں نے بھاگ کر ان کے گلے لگنا چاہا تھا، مگر بھاگتے بھاگتے ہی ایک دم مجھے لگا تھا کہ میں کسی چیز سے ٹکرائی تھی۔ میں ماں تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ماں کا عکس سایہ بن کر اڑ گیا تھا۔ماں کی جگہ ڈیوڈ کھڑا ہوا تھا۔ نیم برہنہ وجود۔وہ مسکرا رہا تھا۔میں نے پلٹنے کی کوشش کی تھی مگر ان دیکھی باڑ آگئی تھی۔ میں جا نہیں پا رہی تھی۔ڈیوڈ نے میرے اسکارف کو پکڑا تھا اور میری چیخ بلند ہوئی تھی۔آنکھوں سے آنسو رفتار سے بہنے لگے تھے۔میں اللہ کو پکار رہی تھی اور یکدم میں اٹھی تھی۔

وہ خواب تھا، میں اس خواب سے جاگ گئی تھی مگر میرے گال تر تھے۔میں خواب میں نہیں بلکہ حقیقت میں رو رہی تھی،ماں کا مجسمہ ہوا ہو جاتا تھا۔ہر بار، ہر خواب میں۔میرا جسم پسینے

سے نہایا ہوا تھا۔ سانس تنگ ہو رہی تھی، پانی کی طلب شدت سے ہوئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر پانی کا جگ موجود نہیں تھا۔ انجانی سی کراہ اٹھی تھی۔

کینیڈا میں روز رات کو زوہیب دو پانی کے جگ بھرتا تھا۔ وہ پانی کا جگ اکثر راتوں میں میرے لیے آبِ حیات کا کام کرتا تھا۔ زوہیب میری عادتیں بگاڑ چکا تھا۔ خالی گلاس کو دیکھتے ایک لمحے کے لیے مجھے خیال آیا کہ واش روم سے ہی پانی بھر لیتی ہوں، پانی ہی ہے، اپنے خیال کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی اپنے خیال کو جھٹک دیا۔ اتنی بھی کاہل نہیں تھی کہ نیچے جا کر پانی کا گلاس نہ بھر سکوں۔ سیڑھیوں سے نیچے جاتے میں نے بولنے کی آوازیں سنی تھیں، کسی کا قہقہ بھی گونجا تھا۔ رات کا کون سا پہر تھا اس کا تعین کرنا میرے لیے مشکل ضرور تھا مگر یہ وقت ایسا تو ہر گز نہیں تھا کہ قہقہوں کی محفل سجائی جائے۔ کچن سے پانی پینے کے بعد، میں نے پانی کا جگ بھرا تھا۔ باتوں کی آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ آوازوں کی پہچان آسان تھی۔ ماہم، بھائی، بابا اور زوہیب کی آواز تھی۔ ہاں یہی چار آوازیں تھیں۔ ایک لمحے کے لیے مجھے دھچکا لگا تھا۔ زوہیب کی آواز وہ کیسے ہو سکتی تھی؟ کسی انجانے احساس نے میرے گرد گھیرا تنگ کیا تھا۔ کیا زوہیب آگیا تھا؟ میرا دل میرے کانوں میں دھڑک رہا تھا۔

آوازیں آپس میں ملنے لگی تھیں۔جگ تھامے میں کچن سے باہر نکلی تھی،ڈائنگ ہال سے اندر جھانکنے پر مجھے حقیقتاً لگا تھا کہ میری جان نکلتے نکلتے واپس آئی ہے۔یہ میری اپنی تخریب کاری نہیں تھی۔مجھے خوف تھا اس بات کا خوف کہ جو میں سن رہی ہوں اگر وہ صرف میرا وہم ہوا۔پچھلے کچھ عرصے سے میں ماں کی آواز سنتی تھی،مجھے وہم ہونے لگے تھے۔کوئی بھی غیر معمولی آواز سب سے پہلے مجھے خوفزدہ کرتی تھی۔زوہیب کی آواز نے پہلے مجھے خوفزدہ کیا تھا،اب وہ آواز مجھے مسرور کر رہی تھی۔میں مکمل ڈائنگ ہال میں داخل نہیں ہوئی تھی،میرا سر بھی بمشکل ہی نظر آتا تھا کیونکہ میرے آگے بک شیلف تھا۔وہ سامنے دو سیٹر صوفے پر بیٹھا تھا،ماہم ڈائنگ کی کرسی کھینچ کر بیٹھی ہوئی تھی۔اس کی پشت میری طرف تھی۔بابا اور بھائی تھری سیٹر صوفے پر اس انداز سے بیٹھے تھے کہ صوفے کا درمیانی حصہ خالی تھا۔بابا اور بھائی کا نیم رخ میری جانب تھا۔ڈائنگ ہال کے دو دروازے تھے،ایک وہ دروازہ جو کچن کے ساتھ جڑا تھا اور دوسرا دروازہ صدر دروازے کے ساتھ تھا۔ڈائنگ ہال کے دو حصے تھے۔

ایک حصے میں ڈائنگ رکھا گیا تھا اور یہ وہ حصہ تھا جہاں سے میں جھانک رہی تھی جبکہ دوسرے حصے میں تھری سیٹر صوفے کے سامنے دو سیٹر صوفہ پڑا تھا۔بابا اور بھائی مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے،مگر زوہیب ہاں وہ مجھے دیکھ سکتا تھا۔

نادل کلب
Clubb of Quality Content!

زوہیب نے وائٹ پینٹ پر مہرون وول سوئیٹر پہن رکھی تھی۔اس کے بال کچھ بڑھ گئے تھے۔اس کی شیو بھی بڑھی ہوئی تھی۔اس کے باوجود وہ اچھا لگ رہا تھا۔اس کو دیکھ کر انجانی سی خوشی کے جذبات میرے دل میں جاگے تھے۔رات میں بڑھتی اداسی کچھ کم ہو گئی تھی۔

وہ مسکرا کر باتیں کر رہا تھا۔اس نے بات کرتے ہوئے دروازے کی جانب دیکھا تھا۔

مجھے دیکھتے ہی اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔اس نے پہلے آنکھیں جھکائی تھیں پھر سر کو ہلکا سا خم دیا تھا۔وہ خاموشی سے سلام کر چکا تھا۔نجانے کیوں مجھے اس کا یہ انداز بے انتہا بھایا تھا۔وہ لوگوں کے درمیان بیٹھ کر بھی میرے لیے سر کو خم دے رہا تھا۔میں یقیناً ہال میں قدم رکھتی مگر میں اس وقت جس حلیے میں تھی،وہ خاصا برا تھا۔نہ میں ڈراموں کی اداکارہ تھی کہ بستر سے اٹھتی تو میرے بال سیدھے ہوتے،چہرہ چمک رہا ہوتا،نہ میں کسی شاعر کی غزل میں لکھی غزالہ تھی کہ اس حلیے میں کسی کے دل میں اترتی۔خاموشی سے میں نے جگ پکڑے اپنا رخ کمرے کی جانب کیا تھا۔ہاں،اب میں مطمئن تھی۔اس اطمینان کے احساس نے بھی مجھے رونے پر مجبور کیا تھا۔کسی کا ساتھ اتنا پر امن ہو سکتا ہے یہ میں نے سوچا بھی نہیں

تھا۔اسلام آباد میں آنے کے بعد یہ پہلی رات تھی جس میں اطمینان میری روح تک سرایت کر چکا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

اسلام آباد میں سردی اپنی انتہا پر تھی۔اس سردی میں لوگ کم ہی باہر نکلتے تھے،جو نکلتے تھے ان کا بھی بڑا جگرہ ہوتا تھا یا ان کی بڑی مجبوری ہوتی تھی۔آج ماہم کی ڈھولکی تھی۔ماہم اور بھائی کی شادی کی خریداری مکمل ہو چکی تھی۔بھائی کی شادی کے فنکشنز ماہم کی شادی سے پہلے تھے۔بدھ کو بھائی کی برات اور جمعرات کو بھائی کا ولیمہ تھا۔جمعہ اور ہفتہ ماہم کے فنکشنز اور میرا ریسپشن منگل کو تھا۔آج کی صبح خوشگوار تھی۔میں نے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے بال درست کیے تھے۔بھورے بالوں کی چٹیا بناتے میں نے آخری نظر اپنے کپڑوں پر ڈالی تھی۔آسمانی رنگ کے کپڑوں میں میرا رنگ کھلا کھلا لگ رہا تھا۔دروازے پر دستک ہوئی تھی۔دروازہ کھولنے پر میں نے زوہیب کو سامنے کھڑا دیکھا تھا۔وہ مسکرا رہا تھا۔

اسلام علیکم!"

میں نے اپنی آنکھوں کا مسکرانہ محسوس کیا تھا۔مجھے خوشی کا احساس ہوا تھا۔میرے محسوسات زندہ تھے اور یہ خوش آئندہ بات تھی۔میں نے اپنے چہرے کا نم ہونا بھی محسوس کیا تھا۔میں اب تک سنتی آئی تھی کہ لوگ خوشی میں روتے ہیں اور اب میں خوشی میں رونا محسوس کر رہی تھی۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی جگہ فکر مندی کی جھلک آئی تھی۔

"ملائک؟"

مجھے سمجھ نہیں آئی کہ اپنے رونے کی کیا دلیل دوں کیا وضاحت کروں۔

میرا ہاتھ پکڑے وہ اندر کمرے میں آیا تھا۔میرے مقابل وہ پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔میرے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں تھے،وہ نرمی سے ان کو سہلا رہا تھا۔

"رونے کی وجہ کیا ہے؟"

میں نے کندھے اچکائے تھے۔میں جانتی تھی مگر جاننے کے بعد اقرار کرنا بڑا مشکل امر تھا۔اس کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ آئی تھی۔

"کہیں تم میرے آنے کی خوشی میں تو نہیں رو رہی۔"

پردہ اٹھ گیا تھا۔آنکھیں پھر سے نم ہو گئیں تھیں۔پہلے رونے میں تیزی نہیں تھی اب رونے میں تیزی بھی آ گئی تھی۔چند لمحے مکمل خاموشی کی نذر ہوئے تھے۔اس بات کا اقرار میں رو کر کر چکی تھی۔پہلے وہ حیران سا مجھے دیکھتا رہا تھا پھر وہ بیڈ پر آکر بیٹھا تھا۔اس نے نرمی سے مجھے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"میں تو نہیں چاہتا کہ میری بیوی میرے لیے بھی روئے۔ہنستی رہا کرو۔"

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم آرہے ہو؟"

"سرپرائز دینا تھا۔"

"مگر دیا تو نہیں۔"

میری آواز خفگی لیے ہوئی تھی۔

"کیونکہ تم رات کو خود اٹھ چکی تھی۔"

میں اس کو دیکھتی رہی تھی۔اس کا بازو ابھی بھی میرے کندھے پر پھیلا ہوا تھا۔

"چلو، اٹھو میں نیچے جا رہا ہوں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چہرہ دھولوں میں، تم جاؤ۔"

اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا اور پھر میرا کندھا تھپکتے وہ اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناشتے کی ٹیبل پر ہم سب عرصے بعد اکٹھے تھے۔ماں نہیں تھیں مگر ماں کا بھانجا تھا۔مجھے لگتا تھا کہ اب اس ٹیبل پر قہقہے نہیں گونجیں گے مگر میں غلط تھی۔میں خوش تھی کہ میں غلط ثابت ہوئی ہوں۔ماہم مجھے زوہیب کی آمد کا بتا رہی تھی۔میں انجان بن کر سن رہی تھی اور بلکل انجان بننے والے رد عمل بھی دے رہی تھی۔زوہیب کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔وہ جانتا تھا کہ میں اس کی آمد سے باخبر ہوں۔دھیرے دھیرے سب کھانے کی میز سے اٹھ گئے تھے۔میں اور زوہیب ابھی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

"اچھا، زوہیب رات کو آئے تھے، مجھے تو علم ہی نہیں تھا۔"

وہ بلکل میری طرح کا رد عمل دیتے میرے الفاظ دھرا رہا تھا۔پہلے مجھے حیرت ہوئی تھی، بے انتہا حیرت اور پھر نجانے کیوں میرا قہقہ گونجا تھا۔وہ اب مجھ سے سوال پوچھ رہا تھا۔

"رات کو کیوں نہیں آئی تم ڈائنگ روم میں؟"

"وہ میرے کپڑے ٹھیک نہیں تھے اور بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔"

"میں نے تو پھر بھی دیکھ ہی لیا تھا۔کچھ دیر بیٹھ ہی جاتی۔"

"اتنے اچھے حلیے میں بیٹھ کر میں شرمندہ ہی ہوتی۔"

"کس کے سامنے؟"

"بابا اور بھائی کے سامنے"

"میری کوئی فکر ہی نہیں ہے تمھیں۔"

"تم مجھے شرمندہ کر ہی نہیں سکتے۔"

نجانے کیوں مجھے فخر سے اپنا سر اٹھتا محسوس ہوا تھا۔وہ حقیقتاً مجھے شرمندہ نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے قہقہ لگایا تھا۔

"ملائک، یہ تم اور آپ کی تبدیلی بہت جلدی ہو رہی ہے۔ تمھیں نہیں لگتا؟"

میں مسکرائی تھی۔ماں کو میرا مختلف انداز سے بلانا بلکل بھی نہیں بہاتا تھا۔

"دراصل شوہر کو عزت دیتے ہیں۔ یہ پہلا سبق ہے ماہم کی طرف سے، میرے مطابق عزت تو دل میں ہوتی ہے تو بس تم لوگوں کے درمیان آپ ہو۔"

وہ پھر ہنسا تھا۔ کچھ زیادہ ہی کھلکھلانے لگا تھا۔

"دوپہر کو کپڑے لینے چلیں گے۔ میرے پاس شادی کا کوئی جوڑا نہیں ہے۔"

وہ اس وقت سیاہ ٹروزر اور سفید شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ کینیڈا میں اس کا ایسا حلیہ صرف رات کے وقت ہوتا تھا۔ صبح کے وقت وہ ہمیشہ تیار ملتا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہم راجہ بازار کے لیے نکل رہے تھے۔ نہ بھائی جانے کو تیار تھا، نہ ماہم کو جانے کی اجازت ملی تھی۔ افسوس اس بات کا تھا کہ میں اسلام آباد کے راستوں کی پہچان بھی نہیں رکھتی تھی، پنڈی کے راستے کیسے بتاتی؟ یہ بات ٹھیک ہے کہ زوہیب مجھے شرمندہ نہیں کر سکتا مگر میں خود کو شرمندہ کرنے کی کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی۔ ڈرائیور زوہیب بنا تھا۔ ہاں، مجھے حیرت ہوئی تھی اور پھر مجھے یاد آیا تھا کہ نکاح سے واپسی کے سفر میں بھی زوہیب نے ہی گاڑی ڈرائیو کی تھی۔ کیا وہ پاکستان آ تا رہا تھا۔

"زوہیب؟"

اس نے آنکھوں سے مجھے بولنے کا اشارہ کیا تھا۔

"مجھے تو راستوں کا نہیں پتہ۔"

"مجھے پتہ ہے۔"

"کیا تم اسلام آباد آتے رہے ہو؟"

کہیں اندر مجھے لگا تھا کہ وہ اسلام آباد آتا رہا ہے۔

"ہاں، بہت دفعہ"

"کب؟"

"کافی دفعہ آیا ہوں، تم لوگوں کے گھر نہیں آتا تھا، خالہ جان سے ملتا رہتا تھا۔"

میرے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں تھے، وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے یہ اس کا معمول ہو۔

"تم ہمارے گھر کیوں نہیں آتے تھے؟"

"خالہ جان کی بیٹی مجھ سے جیلس ہوتی تھی تو میں نے آنے پر نہ آنے کو ترجیح دی۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"ایسا کچھ نہیں تھا۔"

"اچھا جی، ویسے میں خالہ جان کا پسندیدہ بھانجا تھا۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا اس سے، تم پوری دنیا کے پسندیدہ بھانجے بنو۔"

گاڑی میں قہقہ گونجا تھا۔ ہم اپنے مقام پر پہنچ گئے تھے۔

"تم نے کپڑے لے لیے ہیں؟"

"میں نے کپڑے لے لیے ہوتے تو میں تمھارے ساتھ آتی؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"گڈ، میرے آنے کا انتظار ہو رہا تھا۔"

کینیڈا اسے معلوم نہیں کیا کھا کر آیا تھا، جو اس کا مزاحیہ انداز ختم ہونے پر نہیں آ رہا تھا۔

سیدھے سوال کا الٹا جواب، سیدھے جواب پر بھی الٹا ہی جوابی حملہ ہو رہا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

زوہیب کی پسند کافی اچھی تھی۔چند گھنٹے دکانوں میں خوار ہونے کے بعد ہم کھانے کے لیے بیٹھے تھے۔جتنا گندا اتنا لذیز کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ہم نے گول گپے کھائے تھے، پھر ہم نے بمشکل آئس کریم ڈھونڈی تھی۔آئسکریم کے بغیر بھلا سردیوں کا مزہ آسکتا تھا۔

"زوہیب"

نجانے کیوں اچانک ہی میرا دل اس کے لیے شکر گزار ہونے لگا تھا۔وہ ایک اچھا شوہر تھا یا شاید اچھا چھوٹا لفظ تھا اس کے اخلاق کو بیان کرنے کے لیے۔اللہ کہتے ہیں کہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے،وہ آسانیوں کا سمندر تھا۔

اس نے ہنکارا بھرا تھا۔

"شکریہ"

اس نے پہلے مجھے حیرت سے دیکھا تھا،وہ چلتے چلتے رک گیا تھا،پھر اس کی آنکھوں میں سوال کی رمق جھلکی تھی۔میں اس سے پیچھے رہ گئی تھی۔وہ چند قدم آگے تھا۔

"میرے ساتھ ہر بار میرے ہمقدم رہنے کے لیے۔"

اللہ جانے میری آنکھوں میں آنسو کیوں تیرنے لگ جاتے تھے۔وہ مسکرایا تھا،اس کی آنکھیں مسکرائی تھیں۔اس نے دو قدم پیچھے لے کر میرا ہاتھ تھاما تھا۔

"شریک حیات ہم قدم ہی ہوتے ہیں، خاتون۔"

ہک ہاہ، شکر گزاری کہیں چھپ گئی تھی۔

"تم خود ہو گے خاتون۔"

پہلے اس کی آنکھیں پھیلی تھیں پھر وہ گردن پیچھے پھینک کر ہنسا تھا۔وہ کافی دیر کھڑا ہنستا رہا تھا۔میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ ایسے منہ پھاڑ کر ہنسے۔اس کی آنکھوں میں ننھے آنسو تیر رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"باجی راستہ چھوڑیں۔کب سے کھڑے، ہم انتظار کر رہے ہیں۔"

پیچھے کھڑی عورت مخاطب ہوئی تھی۔زوہیب کی ہنسی میں اضافہ ہو گیا تھا،میری تو تکلیف ہی اتنی بڑی تھی کہ میں اپنی جگہ پر شل ہو گئی تھی۔

"باجی، راہ چھڈ دوی"

زوہیب نے میرا ہاتھ پکڑا تھا اور ہم بازار سے باہر نکل آئے تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے میں زوہیب سے مخاطب ہوئی تھی۔

"زوہیب، میں تو ان کی بیٹی کی عمر کی ہوں گی۔"

اس نے پھر قہقہہ لگایا تھا، یہ کینیڈا سے آکر حقیقتاً ضرورت سے زیادہ ہنس رہا تھا۔ پہلے تو ایسے نہیں ہنستا تھا۔

"تم اب ہنسنا بند بھی کرو، میں دیکھ رہی ہوں کینیڈا سے آکر تمہارے دانتوں کا ڈسپلے زیادہ ہو گیا ہے۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔

"مجھے نہیں پتہ تھا تم اپنی عمر کے بارے میں اتنی حساس ہو۔" اس کی آنکھیں ابھی تک مسکرا رہیں تھیں۔

"تو نہیں ہونا چاہیے؟ میں ابھی بیس کی بھی نہیں ہوئی اور مجھے خاتون اور باجی بنا دیا ہے سب نے۔"

وہ مسکرایا تھا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں میم۔آپ تو بہت چھوٹی ہیں ابھی۔"

"ویسے مجھے کوئی مرد یہ کہتا تو میں بلکل برا نہیں مانتی۔"

"ملائک؟ تمھیں میں کیا لگتا ہوں؟"

"تم تو شوہر ہونا۔تم مجھے کیوں خاتون کہو،شوہر کو بیوی کبھی خاتون لگنی چاہیے؟"

میں نے خود ہی نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ہاں کوئی اور مرد کہے تو آپ کو اس پر لڑنا نہیں چاہیے۔آپ کو آپی باجی کہہ دے تب بھی آپ برامانتے ہیں،کوئی نازیبہ لفظ استعمال کرلے تب بھی آپ کو برالگ جاتا ہے۔آپی' باجی کہہ کر وہ عزت ہی دے رہا ہے تو کیا مسئلہ ہے۔"

میں نے شانے اچکائے تھے۔

"وہ عورتیں بڑی بے وقوف ہوتی ہیں جو آپی یا باجی کہنے پر لڑنے پر اتر آتی ہیں۔"

"لیکن شوہروں کو اپنی بیوی کو خاتون نہیں کہنا چاہیے۔"

Clubb of Quality Content

وہ ہنس پڑا تھا۔ وہ ہنستا ہوا پیارا لگتا تھا۔ اس کی آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھیں۔ اس کے گال بھی سرخ ہو گئے تھے زیادہ ہنسنے کی وجہ سے۔ ماں کسی کو ہنستے دیکھ کر کہا کرتی تھیں۔

"اَضُ َ ُحَکَ اِللہ سنک"

میں نے بہت آہستگی سے وہی الفاظ دہرائے تھے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب سی وپنج

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ملائکہ کے ٹھیک نہ ہونے کا اتنا تو نتیجہ نکلا تھا کہ میں اگلے دن ہی رات کو اسلام آباد کے لیے نکل گیا تھا۔ ہفتے میں ایک دن کینیڈا سے اسلام آباد کی براہ راست فلائٹ آتی ہے اور اس ایک دن کی آفر کا ملائکہ فائدہ اٹھا چکی تھی۔ فلائیٹ کا انتظار کرتے ہوئے میں نے ملائکہ کو کال کی تھی۔ کال ماہم نے اٹھائی تھی۔ وہ ان تصویروں کا ذکر کر رہی تھی جو میں نے بھیجی تھیں۔ موضوع تبدیل ہو کر شاپنگ پر گیا تھا اور پھر فون ملائکہ کو پکڑا دیا تھا۔ میری فلائٹ کا خالو کو علم تھا مگر انھوں نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا تھا اور یہ بھی میرے کہنے کے مطابق کیا گیا

تھا۔وہ میرے دیر سے آنے پر طنز کر رہی تھی اور یہ ڈپریشن کے فیز سے نکلنے کی علامت تھی۔ مجھے اس بات کا اقرار کرنے میں کوئی شرمندگی یا مشکل درپیش نہیں تھی کہ ٹورانٹو میں گزارے دو دنوں میں بیشتر مقامات پر مجھے ملائک یاد آئی تھی۔کسی خیال کے تحت میں نے ہوا میں تیر پھینکا تھا اور میرا تیر نشانے پر لگا تھا۔اس کے نشانے پر لگنے نے میرا استرہ گھنٹے کا سفر خوشگوار کر دیا تھا۔اسلام آباد پہنچتے رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے۔خالو کو منع کرنے کے باوجود وہ مجھے لینے آ گئے تھے۔گھر پہنچتے مجھے معلوم ہوا تھا کہ ملائک کے علاوہ سب جاگ رہے تھے ۔یکدم ہی اس کو بے خبر رکھنے کا احساس حاوی ہوا تھا۔تقریباً آدھا گھنٹہ گزرنے پر مجھے اچانک محسوس ہوا تھا کہ میں کسی کی نظروں کے حصار میں ہوں،ملائک دروازے کے کنارے پر کھڑی تھی۔اس کے ہاتھ میں پانی کا جگ تھا۔اس کی آنکھوں میں نیند کی رمق تھی۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔وہ دروازے میں کھڑی نہیں تھی،وہ دروازے سے جھانک رہی تھی۔میں نے نظروں سے اس کو سلام کیا تھا۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی اور پھر وہ منظر سے غائب ہو گئی تھی۔بے مروتی کی بھی حد تھی۔خالو مجھے کمرے کا بتا رہے تھے۔ مجھے اوپر ملائک کے ساتھ والا کمرہ دیا گیا تھا۔آخری دفعہ بھی میں اسی کمرے میں ٹھہرا تھا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

رات کو دو بجے کے قریب سونے کے باوجود میں سات بجے کے قریب اٹھ چکا تھا۔حلیہ درست کرنے کے بعد عیسی سے وہاں پر جاری کام کی اطلاع لی تھی۔اس نے کل تک اسلام آباد آجانا تھا۔اسلام آباد میں میرا اور عیسی کا مشترکہ فلیٹ تھا۔ہم دونوں اکثر اسلام آباد آیا کرتے تھے۔عیسی اور میرے اسلام آباد آنے کی وجہ آغا جان کا بزنس تھا۔آغا جان کی فیکٹری تھی۔اس فیکٹری میں کپڑے بنتے تھے اور ان کپڑوں کی قیمت کینیڈا میں بھی بہت تھی اور پاکستان میں آکر ان کی قیمت میں بڑی حد تک اضافہ ہو جاتا تھا۔کپڑا مہنگا تھا،اس سے مہنگا کینیڈا کا نام تھا جو اس کو دوگنا کر دیتا تھا۔میرا اور عیسی کا سرمایہ یہی فیکٹریاں تھیں، جن کا سامان کینیڈا سے پاکستان آتا تھا۔ہر سال دو سے تین دفعہ ہم اسلام آباد لازمی آتے تھے۔خالو کے پاس ٹھہرنا مناسب بھی نہیں لگتا تھا اور نہ میں ٹھہرتا تھا۔خالہ جان سے ملاقات ہر بار ہو جاتی تھی اور یہ ملاقات ہی آب حیات تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ملائک کے ساتھ راجہ بازار جانے پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ حیرت اس بات کی تھی کہ وہ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ وہ اس بات سے آگاہ نہیں تھی کہ میں ہر سال اسلام آباد آتا ہوں۔ اس کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میرا کام کیا ہے۔ وہ معصوم نہیں تھی مگر وہ تیزی سے تبدیل ہوتی دنیا کے لیے بے حد معصوم تھی۔ وہ خالہ جان کی طرح تھی۔ اپنے ہنر کی ماہر مگر اس میں سادگی تھی اور یہ سادگی اس کو مزید خوبصورت بنا دیتی تھی۔ مختلف دکانوں کو دیکھتے ہوئے، مختلف ملبوسات کا معائنہ کرتے وہ کش مکش کا شکار تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن واضح تھی اور پھر اس نے تھکے تھکے چہرے سے مجھے دیکھا تھا۔

"زوہیب، میری بس ہو گئی ہے، مجھے کچھ بھی اچھا نہیں مل رہا دھر۔"

میں مسکرایا تھا اور میں مسکرا ہی سکتا تھا اس بات پر۔

"ادھر کھڑی ہو، میں دیکھتا ہوں۔"

وہ دکان کی ایک طرف کھڑے ہو کر مجھے دیکھتی رہی تھی۔ چند جوڑے دکاندار سے نکلوا کر میں نے اس کے سامنے پھیلائے تھے۔

"آٹھ ہیں، چار فنکشنز کے مطابق پسند کر لو۔"

اس نے پہلے مجھے نا سمجھی سے دیکھا تھا اور پھر وہ میرے برابر میں آکر کھڑی ہوئی تھی۔ بہت دھیمی آواز میں وہ بولی تھی۔

"زوہیب پانچ فنکشنز ہیں۔"

"پانچویں فنکشن میں آپ کا مرکزی کردار ہے۔"

پہلے اس نے حیرت سے مجھے دیکھا تھا، پھر اس کے چہرے پر گلابی رنگ آکر گزرا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے کپڑے پسند کیے تھے اور پھر وہ مڑی تھی۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کیا کھانا ہے؟"

"گول گپے"

"ملائک، اس سے کس کا پیٹ بھرتا ہے؟"

"مجھے چسکے والی بھوک لگی ہے۔"

دونوں کے اکٹھے قہقہے گونجے تھے۔ ٹھیلے سے گول گپے کھانے کے بعد آئسکریم کھائی تھی اوراس کے بعد انتہائی غیر یقینی بات ہوئی تھی۔اس نے مجھے شکریہ کہا تھا۔حیرت شکریہ پر شاید تھی بھی نہیں۔حیرت اس بات پر تھی کہ راجہ بازار کی گلیوں کے بیچ میں یہ جملہ کہا گیا تھا ،اس کے بعد ہونے والے واقعے نے اس کے شکریہ پر تیر برسائے تھے۔گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بھی میرے قہقہوں کا سلسلہ برقرار تھا۔میں نے سنا تھا لڑکیوں سے ان کی عمر نہیں پوچھتے ،مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان لڑکیوں میں میری بیوی کا بھی شمار ہوتا ہے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

باب سی وشش

شادی کا آغاز ہو چکا تھا، مہمان پھوپھو کے گھر زیادہ تھے۔ہمارے گھر چند قریبی رشتے دار ہی موجود تھے۔گھر کے کھانے کا انتظام بھی پھوپھو نے بخوشی اپنے سر لے لیا تھا۔ڈھولکی کے لیے سب اکٹھے ہو چکے تھے۔ فیملی فنکشن تھا۔بابا کی ایک ہی بہن تھیں۔پھوپھو کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا۔ان کی ایک ہی بیٹی تھی، جس کی شادی کو دو سال ہونے والے تھے۔ماں کے ہوتے ہوئے بھی اکثر پھوپھو ادھر آجاتی تھیں یا ہم ادھر چلے جاتے۔پھوپھو کا گھر ہمارے گھر

سے چند گھر چھوڑ کر ہی تھا۔ماں کی ایک ہی بہن تھیں۔بہن اور ان کے شوہر کا انتقال چند سال پہلے ہو چکا تھا۔ان کی ایک عدد اولاد ہمارے گھر میں ہی موجود تھی۔کزن کی حثیت سے نہیں ،داماد کی حیثیت سے۔

رات کو ڈھولکی نے اس قدر تھکا دیا تھا کہ ہماری صبح خاصی دیر سے ہوئی۔بھاگم بھاگ کپڑے نکالے گئے۔آج بھائی کی بارات تھی۔شادی دھوم دھام سے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ماں کا انتقال ہوئے سات آٹھ ماہ ہو چکے تھے،لوگوں کو لگتا تھا کہ اگر انتقال کے بعد شادی رکھ لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سامنے والوں کو اس انتقال سے فرق نہیں پڑتا جبکہ انتقال ہر انداز سے لوگوں کو متاثر کرتا ہے۔برات پر چند لوگوں کو ہی جانا تھا۔

اس وقت میں بارات پر ہی موجود تھی۔نجانے کیوں میرا دل بے حد اداس ہونے لگا تھا۔سب ہنس رہے تھے بھائی کے ساتھ کوئی رسم کی جا رہی تھی اور مجھے یکدم ہی رش میں اپنا سانس اٹکتا محسوس ہو رہا تھا۔ہر طرف شور تھا اور شور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔سامنے بھائی بیٹھ رہا تھا۔میں نے نکاح کا شور سنا تھا،یوں لگ رہا تھا کہ شور بڑھتا ہی جا رہا ہے،لوگوں کا ہجوم میرے اوپر قدم رکھنے والا ہے۔سارا منظر گھومنے لگا تھا۔میں نے سانس لینے کی کوشش کی

تھی۔ میں سانس نہیں لے پا رہی تھی۔ میرے قریب لوگوں کا ہجوم آ رہا تھا۔ مجھے لگا تھا سب مجھے ہی دیکھ رہے ہیں۔ سب میری طرف بڑھ رہے ہیں۔ میں نے چلانے کی کوشش کی تھی۔ میری آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ہجوم کے درمیان میں سے ایک شخص نکلا تھا، میں چہرے کی پہچان رکھتی تھی۔ وہ زوہیب تھا۔

"ملائک، کب سے سب تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"

میں نے چند گہرے سانس لینے کی کوشش کی تھی۔ مجھے لگنے لگا تھا میرا وجود کپکپا رہا ہے۔ بے انتہا کپکپاہٹ کا شکار ہے۔

اس سارے عرصے میں ڈیوڈ کا چہرہ میرے سامنے لہرایا تھا۔ میرے وجود سے جان نکل رہی تھی۔ میں کس جگہ پر تھی، میں وہاں کیا حیثیت رکھتی تھی، سب ذہن کے پردے سے غائب ہو چکا تھا۔ کچھ باقی تھا تو صرف ڈیوڈ کا چہرہ۔ میں چیخنا چاہتی تھی، میری آواز وہ میرے حلق میں اٹک گئی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھ کا پکڑا جانا تو محسوس کیا تھا مگر اس گرفت سے ہاتھ چھڑانے کی قوت مجھ میں نہیں تھی۔ میں نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تھی مگر میں اپنے حواس کھو چکی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•

میرا شعور بیدار ہوا تو میں نے خود کو گاڑی میں پایا تھا۔ میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تھی اور ڈرائیونگ سیٹ پر زوہیب بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے نظریں چرائی تھیں۔ میں پچھلے دو دنوں سے ڈاکٹر کی لکھی ادویات کا استعمال نہیں کر رہی تھی۔ اس دوائی میں ناغہ کرنے کی وجہ میری خوداعتمادی تھی۔ مجھے لگتا تھا کہ میں ٹھیک ہو چکی تھی۔۔۔ مجھے دوا کی مزید ضرورت نہیں ہے۔

"ٹھیک ہو؟"

گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکنے لگا تھا، میں کیسے بتاتی کہ میں ٹھیک نہیں ہوں اور اپنی وجہ سے ہی ٹھیک نہیں ہوں۔

میں نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

گاڑی میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا تھا۔

"تم نے کب سے میڈیسن نہیں لی، ملائک؟"

آنکھوں کی باڑ سے آنسو بے لگام ہو کر گرنے لگے تھے۔

"تمھارا میک اپ خراب ہو رہا ہے۔"اس نے دو ٹشوز نکال کر مجھے دیے تھے۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

مجھے اس وقت یہاں رہنا ہی نہیں تھا۔اس نے خاموشی سے فون پر کال ملائی تھی۔

"السلام علیکم! خالو، میں اور ملائکہ گھر جا رہے ہیں۔اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔آپ فنکشن دیکھ لیجیے گا۔"

آگے سے بابا نے کچھ کہا تھا۔

"نہیں، آپ پریشان نہ ہوں، گھر جا کر وہ میڈیسن لے لے گی۔ان شاءاللہ بہتر ہو جائے گی۔"

فون رکھنے کے بعد اس نے گاڑی سٹارٹ کی تھی۔اس نے سفید شلوار قمیض پر لال رنگ کی واسکٹ پہن رکھی تھی۔اس کا رنگ مزید کھلا کھلا لگ رہا تھا، مگر اس کے ماتھے پر شکنیں تھیں۔وہ غصہ ضبط کر رہا تھا،اس کے کان سرخ ہو رہے تھے۔میں نے زوہیب کو غصے میں

کبھی نہیں دیکھا تھا، مگر وہ ابھی غصے میں تھا۔اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ ضبط کر رہا ہے۔اس نے گاڑی فلیٹس کے سامنے روکی تھی۔

"ہم تو گھر جا رہے تھے۔"

"یہاں میرا فلیٹ ہے، مجھے تم سے بات کرنی ہے۔"

اب اس کے کانوں کے ساتھ چہرہ بھی سرخ ہو رہا تھا۔

فلیٹ کا دروازہ کھلتے ہی عیسی بھائی کی آواز سنائی دی تھی۔ کیا وہ بھی پاکستان آئے ہوئے تھے؟

"بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں

الٰہی ترک الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

ڈاکٹر صاحب آپ کو میری یاد۔۔۔"

مجھے دیکھ کر وہ خاموش ہوئے تھے۔

"السلام علیکم بھابھی!"

میں ابھی سلام کا جواب دیتی کہ زوہیب بولا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"عیسی کمرے کے اندر یا فلیٹ کے باہر جانا ہے؟"

"کچن میں۔"

عیسی بھائی حقیقتاً کچن میں چلے گئے تھے۔زوہیب کے چہرے کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔

"عیسی فلیٹ سے باہر نکلو ابھی۔"

وہ کچن سے ایک جوس کا گلاس اور دو ٹھنڈے پانی کے گلاس لے کر نکلے تھے۔اتنی ٹھنڈ میں ٹھنڈا پانی۔زوہیب کے چہرے کو دیکھ کر جان پہلے اٹکی ہوئی تھی،اوپر سے عیسی بھائی اس چہرے کی رنگت کو مزید بگاڑ رہے تھے۔ٹیبل پر ٹرے رکھ کر عیسی بھائی نے مجھے جوس پینے کا اشارہ کیا تھا۔جوس حلق سے اتر ہی نہ جائے۔

"زوہیب،دروازے تک آنا۔"

زوہیب نے عیسی بھائی کو شعلہ برساتی نظروں سے دیکھا تھا۔اللہ جانے کس مٹی سے بنے تھے عیسی بھائی کہ ڈرنے کے بجائے،زوہیب کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے پاس لے گئے تھے۔کچھ دیر وہ آپس میں بات کرتے رہے تھے اور پھر عیسیٰ بھائی باہر نکل گئے تھے۔

زوہیب سیٹنگ ایریا میں آ کر میرے سامنے بیٹھا تھا۔اس کے چہرے کا رنگ سرخ نہیں رہا

تھا مگر اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی، اس کے کان اب بھی سرخ تھے۔ اس نے ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس اپنے حلق سے نیچے اتارا تھا اور پھر دوسرا گلاس بھی اسی رفتار سے اپنے حلق سے نیچے اتارا تھا۔ جنوری کی سردی میں وہ دو گلاس ایسے آرام سے پی چکا تھا جیسے وہ اس کا معمول ہو۔ اس کا چہرہ سرخ نہیں رہا تھا مگر خوف نے میرے گرد گھیرا تنگ کر رکھا تھا۔ خوف اس قدر بڑھنے لگا تھا کہ مجھے لگا میرا جسم ہچکولے کھانے لگا ہے۔

"ملائکہ، ادویات کیوں نہیں لی تم نے؟"

اس کی آواز میں سختی نہیں تھی۔ ہاں، اس کی آواز میں نرمی تھی۔ ارد گرد کی ہر چیز ساکن ہو گئی تھی۔ خوف پانی کی طرح بہہ گیا تھا۔ خوف کے ختم ہو جانے پر بھی آنسو آتے ہیں، میرے ساتھ یہی ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے، تم رونا چاہتی ہو تو رو لو۔"

کچھ دیر بعد وہ بولا تھا۔

"ملائکہ، دوائی تمھارے لیے ضروری ہے۔ تمھارے ٹھیک ہونے کے لیے اہم ہے۔ معالج کے چکر لگانا بے کار ہیں اگر تم خود پر کام نہیں کرو گی۔"

"مجھے دوائی نہیں لینی، میں ٹھیک ہوں، دیکھو مجھے، میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ملائکہ، تم صرف دیکھنے میں ٹھیک ہو۔ آج جو سب ہوا ہے اس کے باوجود بھی تمھیں لگتا ہے تم ٹھیک ہو؟ ذہنی امراض بظاہر نظر آجاتے تو لوگ اپنے رویے کب کے بدل چکے ہوتے۔ ذہنی امراض کی سب سے بری بات یہ ہے کہ وہ کبھی نظر نہیں آتے۔"

"وہ تب نظر آجاتے ہیں زوہیب، جب انسان پاگل ہو جاتا ہے۔"

"تو تم ان کے ظاہر ہو جانے کا انتظار کر رہی ہو؟"

چند لمحات خاموشی کی نذر ہوئے تھے۔

"ملائکہ، تم مضبوط ہو، تمھیں خود کو مزید مضبوط کرنے کے لیے پابندی سے دوا لینی ہو گی۔ اگر تم اس کے متضاد عمل کرو گی تو تمھاری مضبوطی کھوکھلی ہو جائے گی اور تم ریت کے مجسمے کی مانند ہوا ہو جاؤ گی اور میں ہرگز بھی نہیں چاہتا کہ میری بیوی ریت کا کمزور مجسمہ بنے۔ میں تمھیں خود سے بھی آگے دیکھنا چاہتا ہوں، ملائکہ۔"

وہ درست کہہ رہا تھا۔ وہ ہر دور میں مجھے خود سے آگے دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ یہی کرتا تھا، ہر بار، ہر دفعہ۔ وہ اپنے الفاظ سے جیت جاتا تھا۔

"کینیڈا میں دوائیاں لیتی تھی میں۔"

"کیونکہ ادھر آپ کی کڑی نگرانی کی جاتی تھی۔"

"میں اسلام آباد آکر بھی دوائی لیتی تھی۔"

"پھر، کب چھوڑیں؟"

جب تم آئے تھے۔ میں یہی جواب دینا چاہتی تھی اور میں نے یہی جواب دیا تھا۔

"جب تم آئے تھے۔" اس کی آنکھوں میں پہلے تعجب ابھرا تھا پھر اس نے وجہ دریافت کی تھی۔

"تم ہو تو میں ٹھیک رہتی ہوں۔" مجرمانہ مسکراہٹ خود میرے چہرے پر سماگئی تھی۔

"ملائکہ" اس کی آواز میں تنبیہ تھی، مگر اس کی مسکراہٹ بھی واضح تھی۔

"تمھیں کچھ کہہ بھی نہیں سکتا میں۔ کچھ کہنے لگوں تو تمھاری آنکھیں رونے پر تیار ہوتی ہیں۔"

"آج تم نے میرا کوئی خیال نہیں کیا۔"

Clubb of Quality Content

اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیلی تھیں۔

"گاڑی میں منہ پھلا کر بیٹھے رہے، یہاں پہنچ کر تمھارا چہرہ ہی ٹماٹر ہو رہا تھا۔ مجھے تم نے بتایا ہی نہیں کہ تمھارا اسلام آباد میں اپارٹمنٹ ہے۔ میرے سوال کرنے پر ایسے جواب دیا جیسے ابھی مجھے اٹھا کر کہیں پھینک آؤ گے۔ اپارٹمنٹ کے اندر عیسی بھائی تمھارے غضب کا شکار تھے۔ بھلا ہو عیسی بھائی کا جو انھوں نے دو ٹھنڈے گلاس ادھر رکھ دیے تھے۔ میں نے تو سوچ لیا تھا مجھے کچھ کہا تو یہی دو گلاس تمھارے اوپر ڈال کر عیسی بھائی سے کہوں گی مجھے گھر چھوڑ آئیں۔ ماں کا ٹھنڈا اٹھار بھانجا۔ اللہ ماں کو معاف کرے ایسی بات کہنے پر۔"

"اوکے، میں اپنے جرم قبول کر کے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ میں اپنے رویے پر شرمندہ ہوں۔"

"تم شرمندہ لگ تو نہیں رہے۔"

"اس پر بھی معافی مانگوں؟"

"جی بالکل۔"

"میں شرمندہ نہ ہونے پر بھی معذرت خواہ ہوں۔"

"معاف کرنے کے بارے میں سوچوں گی میں، اب گھر چلتے ہیں۔"

اس نے قہقہہ لگایا تھا۔ یہ پاکستان آکر زیادہ ہی ہنسنے لگا تھا۔ یہ جملہ میں نے پچھلے چند دنوں میں کوئی پچاس مرتبہ سوچا تھا۔ باہر نکلتے ہوئے زوہیب نے عیسی کو گلے لگایا تھا۔ نجانے یہ دونوں گلے لگنے کے بعد کون سی گفتگو کرتے تھے۔ ان کے ہونٹ ہلتے تھے مگر آواز نادر۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب سی وہفت

میں رسم کے لیے ملائک کو ڈھونڈ رہا تھا۔ دو تین دفعہ پکارنے پر بھی اس نے جواب نہیں دیا تھا، وہ ساکت کھڑی تھی۔ میں اس تک آیا تھا۔ وہ کپکپا رہی تھی۔ وہ تیزی سے سانس لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اس کو ہال سے باہر لا رہا تھا، وہ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی اور پھر وہ ہال کے باہر بے ہوش ہو گئی تھی۔ جان کیسے نکلتی ہے، میں نے اس وقت محسوس کیا تھا۔ پینک اٹیک میں بے ہوش ہونا یہ غیر معمولی تھا۔ گاڑی میں بٹھانے کے بعد میں نے اس کے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس کا سر اوپر اٹھایا تھا۔ دماغ سے خون جاری رکھنے کے لیے یہ انتہائی اہم تھا۔ وہ سانس لے رہی تھی اور کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔

ہاتھ اس کے سر کے نیچے سے ہٹا کر میں ڈرائیونگ سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ یہ زندگی کے مشکل لمحات میں سے ایک تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اس سے سوال کیا تھا اور پہلے سوال کا جواب مجھے معلوم تھا مگر دوسرے سوال کا جواب مجھے بھڑکا چکا تھا۔ میں اس پر غصہ کر نہیں سکتا تھا مگر مجھے اس پر اس سے بات کرنی تھی۔ گھر پر بات کرنا ممکن نہیں تھا، مجھے معلوم تھا کہ وہ پورے راستے میرے چہرے کے نقش پڑھنے کی کوشش کرتی رہی ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ غصے میں میرے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے۔ فلیٹ کا دروازہ کھلتے عیسیٰ کی آواز آئی تھی۔ آہ، یہ بھی اسلام آباد آگیا تھا۔ میں نے اس کو دو ٹھنڈے گلاس لاتے دیکھا تھا۔ وہ حقیقتاً مجھے جانتا تھا۔ ٹیبل پر گلاس رکھتے وہ میرے ساتھ دروازے تک آیا تھا۔ اس نے بہت مدہم سی سرگوشی کی تھی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"زوہیب

Be nice to your women."

"تمھیں لگتا ہے کہ میں اس کو کچھ کہہ سکتا ہوں عیسیٰ؟"

مجھے احساس ہوا تھا کہ میری آواز میں بے چارگی تھی۔

"لیکن وہ تمھارے چہرے کے بدلتے رنگوں سے ڈر گئی ہیں۔"

"تم کس کے دوست ہو عیسیٰ؟"

عیسی مسکرایا تھا۔

"پہلا اصول میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔دوسرا اصول میں دوست کی اصلاح کرتا ہوں ۔تیسرا اصول۔۔۔"

میں نے اس کی بات کاٹی تھی۔

"تیسرا اصول کہ تم اس فلیٹ سے باہر نکل رہے ہو۔"

وہ کندھے اچکا کر نکل گیا تھا۔وہ اپنے حصے کا کام کر چکا تھا۔ٹھنڈے پانی کے گلاس میں نے یک بعد دیگر حلق سے نیچے اتارے تھے۔ملائک سے گفتگو کے دوران میں اندازہ لگا چکا تھا کہ زوہیب احمد اپنی بیوی کو بہت برے طریقے سے بگاڑ چکا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

واپسی پر عیسی کے گلے لگتے میں نے اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔میں غصے میں آیا تھا اور میں مسکراتے ہوئے جا رہا تھا،اس تبدیلی کا تاج عیسی کے سر پر جاتا تھا۔ہمیشہ کی طرح عیسی فضول گوئی پر اتر چکا تھا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ تم جورو کے غلام ہو،ویسے بھابھی کا میک اپ بہہ گیا ہے،ایسے وہ مشکوک ہو جائیں گی۔"

پہلے مجھے حیرت ہوئی تھی اور پھر میں نے ملائک کو حیرت سے دیکھا تھا۔

اس کے آنکھوں کے نیچے گہری سیاہ لکیر تھی جو کاجل کے پھیلنے کی علامت تھی۔اس کے مسکارا کی چھاپ اس کے پپوٹوں پر تھی۔

"ملائکہ،میک اپ"

مجھے اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔صدمے کے زیرِاثر۔مسئلہ میک اپ نہیں تھا۔مسئلہ یہ تھا کہ ابھی گھر میں مہمانوں کو کیا جواب دیا جائے گا؟

"راستے سے میک اپ ریمور لے دینا۔صاف کر لوں گی۔"

اس کو اس بات کی پرواہ ہی نہیں تھی کہ اس کا میک اپ بہہ چکا ہے۔ راستے سے میک اپ ریمور لیتے میرے کانوں میں عیسی کی آواز آئی تھی۔

"کیسے کیسے دن دیکھنے پڑ رہے ہیں تمھیں، زوہیب۔ میک اپ سٹور سے آج ریمور لو گے، آنے والے سالوں میں ڈائپر لو گے۔"

"ذلیل" دل میں اس کو کوسا تھا۔

وہ بیک مرر اپنی طرف کرتے میک اپ صاف کر رہی تھی۔

"تم گاڑی چلاؤ نا، میں راستے میں صاف کر لوں گی۔"

میں نے آنکھوں سے مرر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"تم نے بھی خود کو دیکھنا ہے؟ اپنی طرف کر لو۔"

"ملائک، یہ بیک مرر ہے۔ اس سے پیچھے کی گاڑیاں دیکھی جاتی ہیں۔"

اس نے آنکھیں پھیلا کر مجھے دیکھا تھا۔

"اس سے پچھلی نشستوں پر بیٹھی لڑکیوں کو نہیں دیکھا جاتا؟"

وہ ایسے لطیفے سنا کر کہتی تھی میں پاکستان آکر ہنسنے لگا ہوں۔ میرا قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"ڈراموں میں یونہی ہوتا ہے۔ حقیقی زندگی میں اس سے گاڑیاں دیکھی جاتی ہیں۔ چہرہ دیکھنے کے لیے یہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جس کا اہم مقصد سورج سے بچاؤ ہوتا ہے جس کو سن روف کہتے ہیں۔"

میں نے سن روف نیچے کیا تھا۔ جس پر چھوٹا سا آئینہ موجود تھا۔

"مجھے کیا جو بھی کہتے۔ گاڑی چلانا تمھارا کام ہے۔ تم چلاؤ۔"

اس نے شانے اچکائے تھے۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔

"ملائک، ایکٹ کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ غم کو پروسیس کرنے دو۔"

اس نے مجھے نم آنکھوں سے دیکھا تھا۔

وہ خود کے ساتھ وہ کر رہی تھی جو اکثر مریض کرتے ہیں۔ وہ خود کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ان کے اندر کوئی خرابی نہیں ہے۔ کوئی بیماری نہیں ہے اور ان کا دماغ ایسے ہی اس بات کو قبول کر لیتا ہے پھر اگر وہ بیمار ہوں تب بھی ان کو احساس نہیں ہوتا کہ وہ ٹھیک

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نہیں ہیں۔ غم پروسیس کرنا اہم ہوتا ہے۔ پینک اٹیکس کے بعد رونا اہم ہوتا ہے۔ اٹیکس کے بعد خود کو چانس دینا اہم ہوتا ہے۔ کپکپاتے ہاتھوں کی حقیقت سمجھتے ہوئے ان پر مرہم رکھنا اہم ہوتا ہے مگر بہت سی چیزیں ہم کھو جانے پر سمجھتے ہیں۔

باب سی وحشت

شادی کے تین دن پر لگا کر اڑ گئے تھے۔ بھائی کو بابا کے گھر کے ساتھ والے گھر میں شفٹ ہونا تھا۔ یہ بات پہلے سے ہی گھر میں موضوعِ گفتگو بن گئی تھی۔ بھابھی کا سامان بھی ادھر ہی موجود تھا۔ ان تین دنوں میں کوئی اچھی بات تھی تو وہ یہ تھی کہ میں کسی ایک دن بھی پھر سے اس کیفیت میں نہیں گئی تھی۔ اس کا کریڈیٹ بھی شاید زوہیب کو جاتا تھا، وہ سونے سے پہلے ایک میسج دوائی کی یاد دہانی کا کر دیتا تھا۔ صبح ناشتے کے بعد بھی ایک میسج دوائی لینے کا موجود ہوتا تھا۔ ماہم کی شادی پر عمارہ بھی آئی تھی۔ عمارہ کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا تھا کہ دوست زندگی کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ میرے گلے لگتے پہلا شکوہ اسلام آباد آ کر اس کو خبر نہ دینے کا

تھا۔اس کے بعد ہم نے کتنا کچھ موضوع گفتگو بنایا،وہ شاید شمار بھی نہیں ہو سکتا۔ماہم کی رخصتی پر رونے کے لیے مجھے کندھا بھی عمارہ نے فراہم کیا تھا۔ماہم کی رخصتی کے بعد، عمارہ کو رات گزارنے کے لیے میں نے روکا تھااور آدھی رات ہم اپنی زندگی کے واقعات پر بیٹھ کر ہنستے رہے تھے۔اسمبلی میں آگے کھڑے ہونے پر بحث، کسی کھیل میں کی گئی بے ایمانی پر بحث، کیفے کے سموسے، پسینے سے بنے گولے گنڈے کو کھاتے ہوئے قہقہوں کا تذکرہ۔ہم نے ہر بات کو موضوع بنایا تھا۔کافی دیر تک ہنستے رہنے کے بعد، ہم نے سونے کا ارادہ کیا تھا۔

اگلے دن ناشتے کی ٹیبل ماہم کے گھر لگی تھی۔ماہم کی شادی مزمل بھائی سے ہوئی تھی۔مزمل بھائی باباکے دوست کے بیٹے تھے۔مزمل بھائی کی فیملی مختصر سی تھی۔یعقوب انکل،ان کی بیوی اور ان کی اکلوتی اولاد مزمل۔اس کے باوجود ناشتے کی ٹیبل پر خاصا شور تھا۔بابا اور یعقوب انکل کی ٹیم بنی ہوئی تھی۔زوہیب، عیسی بھائی، زبیر بھائی اور مزمل بھائی کا ایک حلقہ بنا ہوا تھااور تیسرا حلقہ ہمارا تھا۔آنٹی،ماہم، عمارہ، نویرا بھابھی اور میں۔ماہم کے چہرے پر نرم سی مسکراہٹ کا احاطہ تھا۔نویرا بھابھی بھی کبھی ہلکا سا قہقہہ لگا دیتیں۔نویرا بھابھی کے چہرے پر معصومیت تھی۔ان کے گال گلابی تھے۔وہ پٹھان نہیں تھیں مگر وہ پٹھان لگتی تھیں۔ناشتے کا دور مکمل ہوا تھااور پھر ہماری محفل ولیمے پر جمی تھی۔نویرا بھابھی کو آئے دو دن ہوئے تھے

مگر ہماری خاصی دوستی ہوگئی تھی۔وہ مجھ سے پانچ چھ سال بڑی تھیں۔مجھ سے سمجھدار تھیں مگر وہ مزاج کی بہت نرم تھیں۔ان تین دنوں میں میری کسی سے گفتگو نہیں ہوئی تھی تو وہ زوہیب تھا۔ہم تصاویر کھینچنے کے لیے اکٹھے کھڑے ہوتے تھے،نہ ہونے کے برابر گفتگو ہوتی تھی اور پھر فنکشن کی مصروفیت ہمیں موقع نہیں دیتی تھی۔اوپر نیچے چار فنکشنز اٹینڈ کرنے کے بعد ایک دن کا وقفہ تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

آج کی صبح خوشگوار تھی۔اگر نہ بھی ہوتی تب بھی میں خوش تھی۔میں مطمئن تھی۔ہاں،میں شادی اس عمر میں نہیں کرنا چاہتی تھی مگر مجھے علم تھا کہ زوہیب میرے لیے بہترین انتخاب ہے۔مجھے یہ بھی یاد تھا کہ اس نے نکاح سے پہلے مجھے نعمت کہا تھا مگر آج مجھے لگ رہا تھا کہ وہ نعمت ہے۔میں ایک مکمل انسان نہیں تھی۔میرے اندر بہت سی خامیاں تھیں۔میں بہت سی جگہوں پر غلط تھی۔میں ذہنی طور پر متاثر لوگوں میں سے تھی۔میرا اندر ٹھیک نہیں تھا۔میں قلبی طور پر سیاہ تھی۔اس بات سے زوہیب آگاہ تھا،اس کے باوجود وہ مجھے شریک حیات چننے پر راضی تھا۔میرا لباس سفید رنگ کا تھا،جس پر سلور کام ہورکھا تھا۔اس کے ساتھ میں

نے سلور حجاب لے رکھا تھا۔میں اور زوہیب ایک دوسرے کے برابر بیٹھے ہوئے تھے۔

ماہم،نویرا بھابھی اور عمارہ میرے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھیں۔ماہم نے سوال اٹھایا تھا۔

"ملائکہ شرم آرہی ہے؟"

میں نے اٹھی ہوئی گردن سے سر نہ میں ہلایا تھا۔

"ملائکہ تم نیچے دیکھو نا دلہنوں میں شرم ہوتی ہے۔"

یہ نصیحت کرنے والی عمارہ تھی۔

"تمھیں کیا پتہ کہ دلہنوں میں کیا ہوتا ہے؟تم غیر شادی شدہ ہو۔"

عمارہ کے چہرے پر حیرت پھیلی تھی۔ماہم اور بھابھی اکٹھے ہنسے تھے۔

"ماہم آپ بتائیں اس کو دلہن کیسی ہوتی ہے؟"

ماہم کو میدان میں گھسیٹا گیا تھا۔ماہم ابھی جواب دیتی کہ میں نے اس کی بات بیچ میں اچک لی تھی۔

"اس کے اپنے دانت اتنے نکل رہے تھے۔پھوپھو نے ڈانٹ کر اندر کروائے تھے۔"

ابھی کوئی اور کچھ کہتا کہ منظر نامے پر پھوپھو کی دستک ہوئی تھی۔

"تم دونوں کوئی خیال کرلو۔ خود بھی ہنس رہی ہو، اس کو بھی ہنسنے پر مجبور کر رہی ہو۔ دیکھو، کتنی پیاری لگ رہی ہے میری بیٹی۔"

ماہم نے اپنے دفاع میں بولا تھا۔

"پھوپھو نویرا ابھی ساتھ تھی نا۔"

"نویرا کہاں کچھ بولی تھی، تم دونوں ہی تھے۔"

"آنٹی ملائکہ؟" اب کہ عمارہ بولی تھی۔

"وہ میری گڑیا ہے۔ کچھ نہیں کہتی کسی کو بھی۔"

گڑیا نے ایک نظر تینوں کو دیکھا تھا۔ نویرا بھابھی کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔ ان کی کنچی آنکھیں تھیں۔ ماہم اور عمارہ کے چہروں پر پہلے حیرت کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔ اس وقت وہ حقیقتاً کچھ کہتیں تو ان کو مزید سنائی جاتی، اسی احساس کے تحت وہ تینوں واک آؤٹ کر گی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"زوہیب"

اس نے ہنکارا بھرا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

یہ سوال میری جانب سے ہوا تھا۔اس نے گردن موڑ کر مجھے حیرت سے دیکھا تھا۔

"کیوں، خیریت؟"

وہ عموماً خاموش نہیں رہتا تھا۔اگر رہتا بھی تھا تو اس صورت میں بھی وہ میرے سامنے خاموش نہیں ہوتا تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو؟"

اس نے خاموش نظروں سے مجھے دیکھا تھا پھر وہ مسکرایا تھا۔وہ افسردہ مسکراہٹ تھی، ویسی ہی مسکراہٹ جیسی ریڈیو کینال پر تھی۔

"عیسی نہیں آیا، ملائک۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میں نے اس کی آنکھوں کے کناروں کو نم ہوتے دیکھا تھا شاید پہلی دفعہ مجھے خواہش ہوئی تھی میں اس کی آنکھوں کے کنارے سے یہ آنسو چن لوں۔

"تم عیسی کے نہ آنے سے پریشان ہو؟"

"میرے پاس صرف دو رشتے باقی رہ گئے ہیں ملائک۔اس شادی میں صرف ایک شخص میری طرف سے تھا اور وہ ایک شخص بھی اس بھیڑ میں نظر نہیں آرہا۔"

اداس وہ تھا اور رونا مجھے آرہا تھا۔میں نے اشارے سے ماہم کو بلایا تھا۔ماہم میرے قریب آکر رکی تھی۔وہ نیچے جھکی تھی۔

"عیسی بھائی کدھر ہیں ماہم؟"

زوہیب نے حیرت سے مجھے دیکھا تھا۔

"کیوں کوئی کام ہے؟"

"تم زبیر بھائی کو کہو عیسی بھائی کو ادھر بھیج دیں۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔وہ مجھے حیرت سے دیکھتا رہا تھا پھر بہت مدھم انداز میں اس نے کہا تھا۔

"شکریہ ملائک"

"یہ سب سے چھوٹی چیز ہے زوہیب جو میں تمھارے لیے کر سکتی ہوں۔"

اس کی آنکھیں مسکرائی تھیں،وہ افسردہ نہیں تھا اب۔

تقریباً پانچ منٹ بعد عیسی بھائی منظر میں آئے تھے۔زوہیب کی طرح وہ سفید شلوار قمیض میں موجود تھے فرق یہ تھا کہ زوہیب کی شلوار قمیض کے اوپر شیر وانی تھی اور عیسی بھائی واسکٹ پہنے ہوئے تھے۔کینیڈین شلوار قمیض میں اتنے کھل کر نکلتے ہیں۔عیسی بھائی نے آتے ہی وہ شعر پڑھا تھا جو اس دن فلیٹ میں داخل ہوتے پڑھا تھا۔

"بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں

الہی ترک الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں"

زوہیب کی اردو بہت اچھی تھی یہی حال عیسی بھائی کا تھا۔سونے پر سہاگا یہ تھا کہ ان کو اشعار بھی یاد تھے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب سی ونہ

ملائک کے سامنے اس کے لوگ کھڑے تھے۔مدھم آوازوں میں وہ ایک دوسرے کو چھیڑ رہے تھے۔ہال میں ایک نظر دوڑانے پر مجھے عیسی نظر نہیں آیا تھا۔وہ خالو کے گھر ہی تھا مگر وہ میرے سے پہلے ہی گھر سے غائب تھا۔میرا فون رومنگ پر تھا اور اس کا فون آف تھا۔ہال میں بارہا نظریں دوڑانے پر بھی وہ کہیں نہیں تھا۔آغا جان کی کمی محسوس ہوئی تھی۔ماں کی کمی اس پر حاوی ہوئی تھی اور اب واحد دوست بھی بھیڑ میں غائب تھا۔ملائک کے حال پوچھنے پر مجھے حیرت ہوئی تھی اور پھر مجھے احساس ہوا تھا کہ مجھے جاننا آسان ہے۔شکر کے جذبات دل کی دنیا پر حاوی ہوئے تھے۔میں اس کا مشکور تھا۔اس بات پر مشکور تھا کہ ٹھیک نہ ہونے کے باوجود وہ میرا خیال رکھنے کی کوشش کررہی تھی۔عیسی کا مسکراتا چہرے منظر پر آیا تھا۔اس نے گفتگو کا آغاز اسی شعر سے کیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ میں اس کا منتظر تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھابھی ویسے یاد تو آپ نے کیا تھا نا؟"

کمینہ، جانتا تھا کہ یاد کس نے کیا ہے۔

"میرے شوہر کی شکل اتنی اتری ہوئی لگ رہی تھی۔اسی لیے بلایا تھا۔"

وہ ہنسا تھا۔ میرے برابر رکھے صوفے پر وہ بیٹھ گیا تھا۔بہت مدہم آواز میں اس نے جھک کر مجھ سے پوچھا تھا۔

"کیسا لگ رہا ہے؟"

"گرمی لگ رہی ہے۔"

عیسی نے نقش بگاڑے تھے۔

"تم یہ بھی تو کہہ سکتے تھے کہ آج تمھیں ساری دنیا خوبصورت لگ رہی ہے۔اپنا آپ بادشاہ لگ رہا ہے۔اپنا دوست شہزادہ لگ رہا ہے۔"

"میں ایسے چیزی جملے نہیں بولتا عیسی۔"

عیسی آگے ہو کر ملائک سے مخاطب ہوا تھا۔

"بھابھی، بہت ہی بدذوق شوہر ہے آپ کا۔"

ملائکہ مسکرائی تھی۔

"عیسی بھائی، میرے شوہر کی برائی آئندہ مت کیجیے گا۔"

پہلے عیسی کی آنکھیں پھیلی تھیں پھر وہ میرے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا تھا۔

"دونوں طرف آگ برابر ہے۔"

اسٹیج پر بیٹھے دو دوست ماحول کو نظرانداز کر کے بلند آواز میں ہنسے تھے اور اسی شدت سے نظروں میں آئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

یہ دو دن پہلے کی بات ہے۔ میں نے خالو سے اجازت لی تھی کہ اگر وہ برا نہ مانیں تو میں ملائکہ کو اپنے فلیٹ لے کر جانا چاہتا ہوں اور خالو میری بات پر راضی بھی ہو گئے تھے۔

"زوہیب، ملائکہ میری سب سے لاڈلی بیٹی ہے۔ میں نے اس کو بہت بچا کر رکھا ہے۔ تم اس کا خیال رکھنا۔"

میں نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"وہ میری شادی سے آگاہ ہے مگر میرے اندر اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اس پر ملائکہ سے بات کر سکوں، تم ملائکہ سے اس موضوع پر بات کر سکتے ہو؟"

خالو کی آواز میں بے بسی تھی۔

"خالو، میں اس کو آپ کے پاس لاؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ خود ملائکہ سے اس پر بات کریں۔"

انہوں نے مجھے بے بسی سے دیکھا تھا۔

"خالو، تکلیف کا مداوا میں کرنا چاہوں تب بھی نہیں کر سکتا۔ ملائک، جذباتی ہے مگر وہ چیخنے چلاتی نہیں ہے۔ وہ آپ سے سوال کرے گی۔ آپ اس کو جواب دیجیے گا۔ وہ سمجھ جائے گی۔ نہ سمجھی تب بھی میں اس کو سمجھانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"واپس کب جانا ہے؟"

خالو نے سوال پوچھا تھا۔

"دو دن بعد"

"ملائکہ ناراض ہو گی مجھ سے؟"

وہ مجھ سے جواب چاہتے تھے۔

"وہ آپ سے محبت کرتی ہے۔ناراض ہو کر بھی راضی رہے گی۔"

خالو بے بس باپ تھے۔ان کو یہ غم کھا رہا تھا کہ ان کی اولاد آگاہ ہو کر بھی آگاہ نہیں تھی۔

گاڑی فلیٹ کی طرف جا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم فلیٹ جا رہے ہو؟"

ملائکہ نے سوال کیا تھا۔آہ،اس کو تو بتایا ہی نہیں تھا۔

"ہاں!"

"زوہیب۔۔"اس نے حیرت سے مجھے دیکھا تھا۔

"مجھے بالکل یاد نہیں رہا تمھیں بتانا ملائک۔"

"میرے پاس سامان نہیں ہے زوہیب۔میڈیسنز بھی نہیں ہیں۔کپڑے بھی گھر پر ہیں۔"

وہ جیسے ایک دم بہت پریشان ہو گئی تھی۔

"او کے ملائک، تم سکون کا سانس لو۔ ہم گھر چلے جاتے ہیں۔ میں خالو کو کال کر دیتا ہوں۔"

"تم مجھے بتا دیتے نا، میں کچھ چیزیں لے آتی۔"

"اٹس او کے، ہم کل فلیٹ چلے جائیں گے۔"

میں نے خالو کو آنے کی اطلاع دے دی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب چھل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ہم فلیٹ میں جا رہے تھے اور اس نے مجھے آگاہ نہیں کیا تھا۔ میرے پاس نہ کپڑے تھے، نہ سامان تھا اور سب سے بڑا مسئلہ میری میڈیسنز کا تھا۔ میں ناغہ کر چکی تھی اور اس کے اثرات دیکھ چکی تھی۔ ان کو چھوڑنا خوفناک تھا۔ زوہیب نے میری پریشانی کے پیش نظر گاڑی کا رخ تبدیل کیا تھا۔ گھر پہنچنے پر پھوپھو گھر پر تھیں۔ گھر خاموش ہو چکا تھا۔ ماہم اپنے گھر چلی گئی۔

بھائی اور بھابھی ساتھ والے گھر میں تھے۔ماں کا انتقال ہو چکا تھا۔پھو پھو اپنے گھر جا رہیں تھیں۔ان کے پاس ان کی بیٹی آتی رہتی تھی۔ایک دم میرا دل یہ سوچ کر خالی ہو گیا تھا کہ میرے بابا اکیلے ہو جائیں گے۔دروازے پر کھڑے میرے ذہن میں اس بات کا خیال چھو کر گزرا تھا کہ میں بابا سے جا کر کہہ دیتی کہ وہ اپنی بیوی لے آئیں۔کچھ چیزیں قبول کرنا مشکل ہوتا ہے مگر اب کیا بحث جب ماں موجود ہی نہیں ہیں۔

"پھو پھو، بابا کدھر ہیں؟"

پھو پھو مجھے کچھ دیر دیکھتی رہیں تھیں پھر وہ خاموش ہو گئیں۔میں نے زوہیب کو دیکھا تھا، ہاں مجھے خوف آیا تھا۔

"زوہیب، ہم فلیٹ چلتے ہیں۔تم جا کر میری میڈیسنز لے آؤ، بلکہ چھوڑو ہم نئی لے لیں گے۔"

میں بھول گئی تھی کہ پھو پھو میری بیماری سے آگاہ نہیں ہیں۔مجھے خوف تھا تو بس یہ کہ کہیں بابا اس عورت کے ساتھ گھر نہ آ جائیں۔

"زوہیب، چلو نا" میں نے زوہیب کو گھسیٹا تھا۔

"پھوپھو، ہم جا رہے ہیں۔ بابا سے کہئیے گا کہ میں ان سے کل ملنے آؤں گی، سامان لے جاؤں گی۔"

میں نے پھر زوہیب کو کھینچا تھا۔

"تم جلدی کرو، گاڑی میں بیٹھو۔ بابا آجائیں گے۔"

وہ سمجھ گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں فکر کی لکیر چھائی تھی۔

"زوہیب، تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟ وہ آجائیں گے۔"

زوہیب نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔میں اندر بیٹھی تھی۔اس نے میرے پھیلے ہوئے کپڑوں کو اندر کیا تھا۔

مجھے اپنی گھٹی گھٹی آواز سنائی دی تھی۔

"بابا آجائیں گے۔"

"وہ عورت بابا کے ساتھ ہو گی۔"

"میں مر جاؤں گی۔"

میں آنکھیں بند کر کے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔مجھے آنکھیں نہیں کھولنی تھیں۔مجھے تب تک آنکھیں نہیں کھولنی تھیں جب تک میں فلیٹ میں نہیں پہنچ جاتی۔مجھے جھلک بھی نہیں دیکھنی تھی ایسے کسی منظر کی۔آنکھیں زور سے میچی ہوئی تھیں کہ میرے سامنے ڈیوڈ کا چہرہ لہرایا تھا۔آنکھیں کھولنا تکلیف دہ تھا۔آنکھیں بند کرنا تکلیف دہ تھا۔ڈیوڈ کے ہاتھ میرے گلے پر تھے۔

"زوہیب۔۔۔"

میرے چہرے پر ننھے قطرے تھے۔

"ملائک، آنکھیں کھولو۔"

میں نے سر زور سے نفی میں ہلایا تھا۔

"ملائک، ہم فلیٹ کے باہر ہیں۔آنکھیں کھولو۔"

"زوہیب، میرا گلا دب رہا ہے۔" مجھے سانس نہیں آ رہی تھی۔

میرے سختی سے بند ہاتھوں کو اس نے نرمی سے پکڑ کر کھولا تھا۔

Clubb of Quality Content

"ملائک، سب ٹھیک ہے۔آنکھیں کھولو۔"

میں نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھولی تھیں۔گاڑی کی پیلی بتی زوہیب کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔اس نے نرمی سے میرے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔

"ملائک، سب ٹھیک ہے۔کوئی کچھ نہیں کر رہا۔"

میں ساکت اس کے روشن چہرے کو دیکھتی رہی تھی۔اس نے میرے ہاتھوں کو پکڑا ہوا تھا۔اس کی پکڑ میں مضبوطی تھی۔

"ملائک، سب ٹھیک ہے۔"وہ مجھے یقین دلا رہا تھا کہ میں ٹھیک ہوں۔اس کے ہاتھوں پر سر رکھتے ہوئے میں بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔مجھے نہیں پتہ میں کتنی دیر روتی رہی تھی مگر میں روئی تھی۔ مسلسل روئی تھی۔زاروقطار روئی تھی۔کافی دیر رونے کے بعد میرے آنسو تھم گئے تھے۔اس نے نرمی سے میرا سر اوپر اٹھایا تھا۔

"اوپر چلیں، ملائک۔۔۔"

میں نے سر ہلایا تھا۔ گاڑی سے اترتے اس نے دوسری طرف سے آکر دروازہ کھولا تھا۔ میرا آدھا ڈریس زوہیب کے ہاتھ میں تھا۔ فلیٹ کا دروازہ کھولنے کے بعد اس نے مجھے راستہ دیا تھا۔ میں اندر داخل ہوئی تھی۔

"سیدھا جا کر بائیں جانب والا کمرہ۔ دائیں جانب والا کمرہ عیسی کا ہے۔ اس کو مت کھولنا۔"

اب سے ہمارا کمرہ ایک ہونا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے میں نے لائٹ آن کی تھی۔ کمرہ انتہائی خوبصورت تھا۔ کنگ سائز بیڈ کے سامنے بک شیلف تھے۔ بک شیلف کے ساتھ فل سائز کا شیشہ رکھا ہوا تھا۔ بیڈ کی دونوں طرف سائیڈ ٹیبل تھے۔ دونوں پر لیپ رکھے ہوئے تھے۔ کمرے کی جانب اندر کی طرف کلازیٹ تھی۔ کچھ تو پہننا ہی تھا زوہیب کے کپڑے پہننے میں کوئی برائی تو نہیں تھی۔ جیسے خود کو دلیل دی تھی۔ شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر میں نے خود کو دیکھا تھا۔ سفید فراک پر سلور حجاب، کاجل نہیں لگایا تھا میں نے اس کے باوجود میری آنکھوں کے نیچے رونے کی وجہ سے سیاہی تھی۔ میک اپ بہہ گیا تھا۔ میں نے وقت دیکھا تھا۔ رات کا ایک بج چکا تھا اور ہال سے ہم دس بجے نکل چکے تھے۔ دو گھنٹے میں اس کے ہاتھوں پر سر رکھے روتی رہی تھی اور اس نے مجھے ٹوکا تک نہیں تھا۔ وہ کمرے میں آیا تھا۔ اس

کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔اس پر کھانار کھا ہوا تھا۔مجھے پھر رونا آیا تھا۔میں کھانا نہیں کھا سکی تھی۔وہ میرے لیے کھانا لیے کھڑا تھا۔

"بیڈپر بیٹھ جاؤ۔کھانا کھاؤ پھر چینج کر لینا۔"

میں شیشے کے بالکل سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی یا شاید میں نے اپنی جان بیڈ پر پھینکی تھی۔

وہ آکر میرے سامنے بیٹھا تھا اس نے درمیان میں پلیٹ رکھی تھی۔پلیٹ کے اندر دو چمچ تھے۔اس نے مجھے کھانے کا اشارہ کیا تھا۔خاموشی سے کھانا مکمل کیا گیا تھا۔پلیٹ اٹھ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی تھی۔

"زوہیب"

وہ کلازٹ کی طرف جاتے جاتے مڑا تھا۔

"تم تنگ نہیں ہوتے ؟ تمھیں غصہ نہیں آتا؟ تم میرے ساتھ کیسے رہ سکتے ہو زوہیب ؟ مجھ میں اتنی خامیاں ہیں۔ تمھیں سب آتا ہے۔مجھے کچھ نہیں آتا زوہیب۔مجھے کچھ نہیں آتا۔ میں اتنی معمولی ہوں تم اتنے خاص ہو۔"

اور پھر میں روئی تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ کسی بلکتے بچے کی طرح۔ میرے ہاتھ میرے چہرے پر تھے۔ میں نے چہرہ چھپا لیا تھا۔

"ملائک"

وہ میرے سامنے آ کر بیٹھا تھا۔ اس نے نرمی سے میرے ہاتھ پکڑے تھے پھر وہ میرے پاس ایک ٹانگ اپنے نیچے رکھ کر بیٹھا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ میں شیشے کے سامنے تھی وہ میرے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ میرے کندھے پر تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ میرے ہاتھ سہلا رہا تھا۔

"ملائک، میں بہت معمولی سا انسان ہوں۔ تمھارے ساتھ نے مجھے خاص بنایا ہے۔ سامنے شیشہ دیکھ رہی ہو؟"

میں نے سر ہلایا تھا۔

"کون خوبصورت لگ رہا ہے؟"

میں مسکرائی تھی۔

"ملائک، تم خود کو معمولی کے آئینے سے دیکھتی ہوں، میں تمھیں خاص کے آئینے سے دیکھتا ہوں۔ اپنا لینس بدلو۔ تمھیں خود نظر آجائے گا کہ تم کیا ہو۔"

میں نے اپنی مرضی سے اپنا سر اس کے سینے سے ٹکا دیا تھا۔

"زوہیب، میں تمھاری تاعمر شکر گزار رہوں گی۔"

"میں بھی۔"

مجھے اپنے قریب کرتے ہوئے اس نے کہا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

باب چھل ویک

وہ گھر جانا چاہتی تھی۔ گھر لے کر جانے میں مجھے مسئلہ بھی نہیں تھا۔ خالو گھر پر نہیں تھے، پھوپھو کے چہرے کا رنگ ملائک کو دیکھ کر اڑا تھا۔ میں نے فون کھول کے خالو کا میسج دیکھا تھا۔ ان کا فون آف تھا۔ ملائک حواس کھو رہی تھی۔ پھوپھو کو تسلی دیتے، میں ملائک کو لے کر گھر سے نکل گیا تھا۔ خالو کو ابھی انتظار کر لینا چاہیے تھا۔ مجھے ملائک سے بات کرنے کا وقت

دیں ماچاہیے تھا۔ فلیٹ کے سامنے گاڑی روکتے میں نے اس کو اٹھنے کا کہا تھا۔ وہ ساکن تھی۔ وہ بڑبڑا رہی تھی۔ بہت مدھم سرگوشی میں وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ تقریباً تین گھنٹے وہ روئی تھی اور بغیر رکے روئی تھی۔ فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے میں نے اس کا جائزہ لیا تھا۔ یہ تہہ تھا کہ جب بھی وہ اس فلیٹ میں آئے گی میک اپ بہا کر آئے گی۔ کمرے کا بتاتے اور عیسی کے کمرے میں جانے سے منع کر کے میں نے اپنی شیر وانی اتاری تھی۔ اللہ معاف کرے سردیوں میں بھی اس کپڑے میں گرمی سے برا حال تھا۔ سفید شلوار قمیض بھی ٹھیک تھی۔ اس کے اوپر شیر وانی اُفف۔ کچن میں داخل ہوتے میں نے فریج پر نظر ثانی کی تھی۔ کھانے کو چاول پڑے تھے۔ یہ بھی عیسی کی بدولت تھا۔ وہ خاموشی سے خیال رکھنے والا تھا۔ چاول کی پلیٹ گرم کرنے کے بعد میں کمرے میں آیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑی خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کو بیٹھنے کا کہا تھا۔ بریانی کھانے کے بعد وہ پھر روئی تھی۔ لڑکیوں کے پاس رونے کے لیے اتنا سرمایہ کیسے تھا، میری سمجھ سے باہر تھا۔ وہ خود کو کمتر سمجھنے کے فیز میں داخل ہو رہی تھی۔ اس فیز میں داخل ہونے سے پہلے اس کو نکالنا اہم تھا۔ اپنی قمیض میں نے بھیگتی محسوس کی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ملائک، کسی دن میں نے ان آنسوؤں کے ساتھ بہہ جانا ہے۔"

اس نے اٹھایا تھا۔

"میں اب ٹھیک ہوں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"مجھے کھیلا کر کے تم نے ٹھیک ہونا تھا تو پہلے بتا دیتی۔ میں پہلے کندھا دے دیتا۔"

سفید فراک پہنے، سلور اسکارف لیے اس کے چہرے پر گلابی چھائی تھی۔ اس کے گال، ناک تھوڑی گلابی ہوئی تھی۔ وہ پزل ہوئی تھی۔ پہلے وہ واش روم کی طرف گئی تھی پھر وہ کلازٹ کی طرف گئی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"ملائک"

اس نے مجھے دیکھا تھا۔

"ادھر آؤ۔"

وہ خاموشی سے میرے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔ اسکارف پر لگی پنز میں نے کھول دی تھیں۔ اس کا اسکارف ڈھیلا ہوتے ہی اس کے بھورے بال نظر آنے لگے تھے۔ اس کے

چہرے کے گرد اس کے بھورے بال پھیل گئے تھے۔اسکارف اتار کر میں نے سائیڈ پر رکھا تھا۔

"کلازٹ کے تیسرے خانے میں کچھ کپڑے پڑے ہیں۔ان میں سے کوئی پہن لو۔"

وہ سر ہلاتے ہوئے کلازٹ کی طرف چلی گئی تھی۔میں تو عیسی کے کپڑے پہننے کا ارادہ رکھتا تھا۔عیسی کا کمرہ کھولنے پر غصے کی شدید لہر میرے اندر اٹھی تھی۔کمبل اور چادر اسی حالت میں تھی جس حالت میں وہ صبح اٹھ کر چھوڑتا تھا۔کپڑے بیڈ پر پڑے ہوئے تھے۔کچرے کا ڈھیر ارد گرد پھینکا ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"گندہ عیسی"

پہلے کچرا کوڑے دان میں پھینکا تھا۔بیڈ کی چادر درست کی تھی۔کمبل تہہ کیا تھا۔گندے کپڑے تہہ کر کے میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے تھے۔اس کی الماری کھولنے پر سارے کپڑے میرے منہ پر آئے تھے۔گریٹ عیسی۔کپڑے ادھر ہی چھوڑ کر میں اپنے کمرے میں آیا تھا۔اپنی کلازٹ سے کپڑے نکال کر میں واش روم میں گھسا تھا۔صبح کے ساڑھے پانچ ہو چکے تھے۔وضو کر کے پہلے میں نے عشاء کی قضاء نماز پڑھی تھی اور پھر فجر پڑھی تھی۔ملائک پہلے

ہی سوچکی تھی۔پانچ دن مسلسل مصروف رہنے کی بدولت بیڈ پر لیٹتے ہی نیند مجھ پر مہربان ہوگئی تھی۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

صبح کے گیارہ بجے فون کے مسلسل بجنے نے میری آنکھ کھولی تھی۔خالو کی چوتھی کال تھی۔

"السلام علیکم خالو"

"جوان کدھر رہ گئے ہو؟ ہم سب تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"خالو، ملائکہ کے کپڑے نہیں لائے ہم۔آپ ایسا کر سکتے کہ اس کے کپڑے لے آئیں۔"

"ٹھیک ہے۔ہم دس پندرہ منٹ میں آرہے ہیں۔"

گیارہ پانچ کا الارم لگا کر میں عیسی کے کمرے میں گھسا تھا۔زمین پر پڑے کپڑوں میں سے براؤن رنگ کی شلوار قمیض نکال کر استری ڈھونڈی تھی۔بیڈ کے نیچے کپڑے میں لپٹی استری پڑی تھی۔افف گندہ۔یہ آخری دفعہ تھا کہ ہم اکٹھے فلیٹ لے رہے تھے۔کپڑے استری کرنے کے بعد میں اس کے واش روم میں گھسا تھا۔شیمپو کی بوتل الٹی رکھی ہوئی تھی۔

نادلز کلب
Clubb of Quality Content

سنک کی ٹونٹی تھوڑی سی کھلی ہوئی تھی۔ٹوتھ برش سنک کے کنارے پر رکھا ہوا تھا۔وہ ٹھیک کہتا تھا کہ تو میرے کمرے میں مت گھس۔فریش ہو کر میں کمرے سے باہر نکلا تھا۔ملائک جاگ چکی تھی۔

"بابا آرہے ہیں۔"اس نے جیسے اطلاع دی تھی۔

"ہاں خالو نے مجھے بتایا تھا۔"

"زوہیب، عیسی بھائی کے کمرے میں کوئی لڑکیوں کے کپڑے نہیں ہیں؟"

میں نے پہلے حیرت سے ملائک کو دیکھا تھا۔

"اس کے کمرے میں تمھیں اس کے کپڑے بھی مل جائیں تو غنیمت جانو۔خالو کو کہا ہے میں نے وہ لا رہے ہیں کپڑے۔"

"تم نے گاڑی میں دیکھا تھا؟ہو سکتا ہے اس میں سوٹ کیس ہو؟"

نولز کلب
Clubb of Quality Content

میں نے پہلے حیرت سے ملائک کو دیکھا تھا۔آہ، یہ خیال کیسے میرے ذہن سے نکل گیا۔میں خاموشی سے نیچے گیا تھا۔ڈگی کھولتے ہی سوٹ کیس مجھے منہ چڑھا رہا تھا۔سوٹ کیس نکالتے مجھے ماہم کا جملہ یاد آیا تھا۔

"زوہیب کپڑوں کا سوٹ کیس میں نے مزمل سے گاڑی میں رکھوا دیا ہے۔"

یہ بات میرے ذہن سے کیسے نکل گئی تھی۔میں نے سوٹ کیس ملائک کے سامنے رکھا تھا ۔وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے یاد ہی نہیں تھا۔"

"اٹس اوکے۔"

سوٹ کیس کھول کر اس نے کپڑے نکالے تھے اور پھر وہ کمرے میں چلی گئی تھی۔سوٹ کیس اٹھا کر میں نے کلازٹ میں رکھا تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

خالو ملائک کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔خالو کے ساتھ زبیر بیٹھا ہوا تھا۔ماہم بھی آئی ہوئی تھی۔ناشتہ کرنے کے بعد خالو نے گلہ صاف کیا تھا۔

"مجھے سب سے کچھ کہنا ہے۔"

وہاں پر موجود ہر شخص آگے کی گفتگو سے واقف تھا۔

"آپ سب کو میرے نکاح کا معلوم ہے۔میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دوسری بیوی کو اپنے گھر لے آؤں۔"

وہ رکے تھے،انھوں نے ملائکہ کو دیکھا تھا۔وہ صرف ملائکہ کو دیکھ رہے تھے۔

"اگر کسی کو اعتراض ہے تو وہ بول سکتا ہے۔"

ملائکہ نے سب کو دیکھا تھا۔سب کا جائزہ لیا تھا اور خاموشی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔اس نے ایک آنسو اپنی آنکھوں سے نہیں گرنے دیا تھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بابا۔"

یہ جملہ سب سے پہلے بولنے والی ملائکہ ہی تھی۔سب نے حیرت سے ملائکہ کو دیکھا تھا۔ملائکہ کے بعد ماہم بولی تھی۔

"مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔"ماہم کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔

"میرا اعتراض کسی کھاتے میں آتا بھی نہیں ہے۔آپ کی بیوی ہے،آپ کی مرضی آپ ان کو جدھر بھی رکھیں۔"

زبیر یہ کہنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔

"وہ تم لوگوں کی ماں بھی ہے۔"

ملائکہ نے خالو کو دیکھا تھا۔

"بابا،وہ ماں تھیں تو وہ ساری زندگی کدھر تھیں؟میری ماں کے انتقال پر کدھر تھیں؟شادی کی تیاریوں کے وقت کدھر تھیں؟ماہم کی رخصتی پر کدھر تھیں؟ہماری سختیوں میں 'میں نے ان کو کہیں نہیں دیکھا تو میں ان کو آسانیوں میں بھی اپنی ماں نہیں کہہ سکتی۔وہ قابل احترام ہیں۔میں ان کا احترام کروں گی۔میں ان سے کبھی بدتمیزی نہیں کروں گی۔وہ مجھے کال کریں گی تو میں عزت سے ان کو جواب دوں گی۔میں خود بھی ان کو کال کرلوں گی اگر ان

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کو پسند ہوا تو مگر میں ان کو ماں نہیں کہوں گی۔میں ان کو ماں کہہ نہیں سکتی۔مجھے تکلیف ہوتی ہے کسی اور کو ماں کہنے سے۔"

ملائکہ سب کی نظروں کے حصار میں تھی۔

"مجھے بھی۔"ماہم نے واپس اس کی بات پر حامی بھری تھی،اس کے پیچھے زبیر نے بھی یہی کیا تھا۔

خالو نے ملائکہ کو دیکھا تھا۔ان کے چہرے پر بے بسی تھی۔

"ملائکہ تمھارا دل تو نرم تھا۔"

ملائکہ کا لہجہ نرم تھا مگر وہ نرمی میں سختی لیے ہوئے تھا۔وہ اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑی لگ رہی تھی۔

"دل میرا آج بھی نرم ہے بابا۔نرم نہ ہوتا تو کل رات کے بارے میں آپ سے ضرور وضاحت مانگتی۔"

وہ اس ملائکہ سے بالکل مختلف تھی جو کل رات دو گھنٹے روتی رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھوپھو اور زوہیب کے علاوہ سب کے چہرے پر نا سمجھی کے آثار واضح ہوئے تھے۔

"بابا میں نرم دل نہ ہوتی تو ماضی کے ہر واقعے پر سوال کرتی۔ میں کینیڈا میں گزری ہر مشکل پر سوال کرتی۔ میں آپ کو انسان سمجھ کر معاف کرتی ہوں۔ میں زبیر بھائی کو انسان سمجھ کر معاف کرتی ہوں۔ وہ بھائی تھے میرے حق میں نہیں بولے۔ میں ماہم کو بہن سمجھ کر معاف کرتی ہوں، وہ میرے حصے کی چٹان نہیں بنی۔ میں نے خود کو بھی معاف کر دیا ہے کہ میں نے غلط لوگوں سے امید لگائی تھی۔ آپ میرے رشتے تھے، آپ کی ضرورت تھی مجھے اور آپ نے مجھے اپنے ساتھ سے محروم کر دیا۔ آپ نہیں جانتے میں کتنا سب کچھ دیکھ چکی ہوں۔ میں نے اپنی ماں کو کس حال میں دیکھا ہے۔ میں نے خود کو کس حال میں دیکھا ہے۔ یہ میں جانتی ہوں۔ یہ میرا اللہ جانتا ہے۔ میں نرم دل نہ ہوتی تو آپ سے محبت نہ کرتی۔ آپ کے گلے نہ لگتی۔ اسلام آباد نہ آتی۔ بابا آئندہ میرے نرم دل ہونے پر سوال مت کیجیے گا۔"

خالو کی آنکھیں کناروں سے نم تھیں۔ ماہم رو رہی تھی۔ زبیر کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ خالو کی مدھم آواز آئی تھی۔

"ملائکہ، میں شرمندہ ہوں۔"

پیچھے ٹیک لگا کر اس نے سب کو دیکھا تھا۔وہ مسکرائی تھی۔وہ اس ملائکہ سے متضاد تھی،جو ہر چھوٹی بات پر میرے سامنے زار و قطار روتی تھی۔

"آپ کی شرمندگی میرے زخم نہیں بھر سکتی۔آپ کو معاف کرنا مجھے سکون دے سکتا ہے اور میں آپ کو معاف کر چکی ہوں۔میں اس کمرے میں موجود ہر شخص کو معاف کر چکی ہوں۔"

مکمل خاموشی میں ملائکہ کی پھوپھو کی آواز گونجی تھی۔

"تم بڑی ہو گئی ہو۔"

"میں نے کسی سے کہا تھا کہ بابا اور میرا نقصان ایک جیسا ہے۔یہ مجھ سے دور ہو کر بوڑھے ہو گئے ہیں۔میں ان سے دور ہو کر بڑی ہو گئی ہوں۔"

خالو کی نمی میں ملی آواز آئی تھی۔

"زوہیب نے تمھارا خیال نہیں رکھا ملائکہ۔"

ملائکہ کی آنکھیں پھیلی تھیں۔

"بابا ایک بات بتاؤں آپ نے میرا خیال نہیں رکھا۔ ماہم، زبیر، پھوپھو آپ میں سے کسی نے میرا خیال نہیں رکھا۔ زوہیب نے میرا سب سے زیادہ خیال رکھا ہے۔ میں گھنٹوں اس کے سامنے روئی ہوں، وہ گھنٹوں میرا ساتھ بیٹھا رہا ہے۔ میں گھنٹوں بولتی رہی ہوں، وہ گھنٹوں مجھے سنتا رہا ہے۔ میں کینیڈا کے چار ماہ میں مر جاتی اگر زوہیب نہ ہوتا۔"

ملائکہ نے گہری سانس خارج کی تھی۔

"اس ایک شخص نے وہ کیا ہے جو مجھے آپ سب سے درکار تھا، بابا۔"

شاید پہلی دفعہ اس بات پر تکلیف کی لہر گزری تھی۔ میں ایسا کچھ بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس سارے عرصے میں پہلی دفعہ اس کے چہرے پر تکلیف تھی۔ وہ روئی نہیں تھی۔ خاموشی طویل ہو گئی تھی اور پھر خاموشی سے سارے آہستہ آہستہ گھر کے لیے نکل گئے تھے۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

باب چھل ودو

گفتگو کا اختتام ہو چکا تھا۔ سیٹینگ ایریا سے نکلنے والا پہلا فرد میں تھی۔ میں خاموشی سے کمرے میں آئی تھی۔ مجھے کسی کنارے پر بیٹھ کر رونا تھا۔ہاں میں تھک گئی تھی۔ میں لڑ کر تھک گئی تھی۔ کلازٹ میں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کر دیا تھا۔ایک کنارے پر جا کر میں خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ میں روئی نہیں تھی مگر میں ہر چیز کو گھورتی رہی تھی۔ یہ تھا وہ ہیلنگ کا سفر۔ یہ تھی وہ زندگی جس کو گزارنے کی میں خواہش کر رہی تھی۔ چار لوگوں میں بولنے کی طاقت مل گئی تھی تو شفا کی طلب باقی کیوں تھی؟

کلازٹ کو دیکھتے ہی استاد یاد آنے لگے تھے۔استاد کا قلم خطاطی پر چل رہا تھا۔ان کے لب پھڑ پھڑا رہے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ترجمہ:

(چنانچہ انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا اور) ہم نے کہا: اے آگ! ٹھنڈی ہو جا، اور ابراہیم کے لیے سلامتی بن جا۔

"تمھیں معلوم ہے ہمارے اندر کی آگ کیوں نہیں ٹھنڈی ہوتی ملائکہ؟"

میرا سر نفی میں ہلتا نظر آیا تھا۔

"کیونکہ ہمارا یقین ابراھیم جیسا نہیں ہوتا۔"

"استاد، ایک سوال کروں؟"

انھوں نے سوال کرنے کی اجازت دی تھی۔

"کیا ابراھیم کے اندر کی آگ بجھ گئی تھی؟"

وہ کچھ دیر خاموش رہے تھے۔

"نہیں، باپ کے آگ میں پھینکنے کی تکلیف باقی رہی تھی۔"

"تکلیف ختم کیوں نہیں ہوتی؟"

"کیونکہ یہ دنیا ہے جنت نہیں ہے۔ غم کی قسم مختلف ہو سکتی ہے مگر تکلیف رہے گی۔"

میں نے کچھ دیر ان کو دیکھا تھا۔

"میرا دل زخمی ہے استاد۔"

"زخم پر مرہم رکھو۔"

"مرہم رکھنے کے باوجود میرا زخم نہیں بھرتا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"زخم کب سے ہے؟"

"بچپن سے۔"

"مرہم کب رکھا؟"

"جوانی میں۔"

"بچپن کے زخم پر جوانی میں مرہم رکھو گی تو وقت تو لگے گا نا۔"

"نشان تو رہ جائے گا نا استاد!"

"کبھی ہاتھ جلا ہے ملائکہ؟"

میں نے حیرت سے ان کو دیکھا تھا پھر ہاتھ سامنے کیا تھا۔

"کدھر سے جلا تھا؟"

میں نے انگلی سے زخم پر اشارہ کیا تھا۔

"مندمل ہو گیا ہے؟"

میں نے سر ہلایا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کس عمر میں لگا تھا؟"

"آٹھ سال کی عمر میں۔"

"اب کتنے سال کی ہو؟"

"انیس۔"

"گیارہ سال لگے؟"

میرا سر واپس اثبات میں ہلا تھا۔

"پہلے زخم بھرے گا پھر نشان رہ جائے گا۔کچھ عرصے بعد نشان مندمل ہو جائے گا اور پھر وہ درد نہیں کرے گا جیسے اس نشان کو چھونے پر تکلیف نہیں ہوتی۔"

"تکلیف دائمی نہیں ہوتی استاد؟"

"نہیں، خدا کے سوا دائمی کچھ نہیں ہوتا۔"

استاد غائب ہو گئے تھے۔مجھے جواب دے گئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تکلیف دائمی نہیں ہوتی مگر اس کے اثرات دائمی ہوتے ہیں۔استاد ہمیشہ آدھی بات کہتے تھے۔

دیوار کے ساتھ سر ٹکاتے میں نے خود کو آزاد کر دیا تھا۔اس سوچ سے آزاد کر دیا تھا کہ مجھے مضبوط بننا ہے۔رونا مضبوطی میں خلا نہیں ہوتا مگر نہ رونا کھوکھلا مضبوط بنا دیتا ہے۔مجھے کچھ بھی غلط ہو جانے پر خود کے سامنے لازمی رونا تھا۔دس لوگوں کے سامنے نہیں رونا تھا مگر تنہا ملائکہ کے سامنے مجھے رونا تھا اور اگر کبھی کسی انسان کو ساتھی بنانا تھا تو وہ زوہیب تھا۔

~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~•~

Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842